جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سیّد رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

جنوری
سنہ ۲۰۰۰ء

شوال المکرم
سنہ ۱۴۲۰ھ

ضروری گزارش

بانی جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانہ پر ترقی کے لیے لاہور رائیونڈ روڈ محمد آباد موضع پاجیاں پر برلبِ سڑک (نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) **جامعہ** اور **خانقاہ** کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۰ء میں خرید کیا تھا **جامعہ کی ترقی** اور وہاں **مسجد** کی تعمیر کا باقاعدہ کام انشاء اللہ اسی سال بعد رمضان سے شروع کیا جا رہا ہے۔ "**مسجدِ حامد**" تقریباً چھ کنال پر محیط ہوگی۔ اس کارِ خیر میں وابستگانِ حضرت اقدسؒ معاونینِ جامعہ اور عامۃ المسلمین سے بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی اپیل ہے۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) محمد آباد وارا کین اور خدّام جامعہ

ڈاک کا پتہ

سیّد محمود میاں "بیت الحمد" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور پاکستان

فون: ۷۷۲۶۷۰۲-۷۷۰۵۷۷۰۰-۴۲-۰۹۲

کتب خانہ
جامعہ مدنیہ جدید
محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۸ شوال المکرم ۱۴۲۰ھ ـ جنوری ۲۰۰۰ء شمارہ : ۱

مدیر
سیّد محمود میاں
مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک	
پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ـ ـ ـ ـ سالانہ	۱۳۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی 〃	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش ـ ـ ـ ـ ـ ـ 〃	۶ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ 〃	۱۶ ڈالر
برطانیہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ 〃	۲۰ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۷۷۲۹۶۹۱-۷۷۲۴۲۷۳-۲۰۱۰۸۶
فیکس نمبر ۷۷۲۶۷۰۲ - ۴۲ - ۹۲

○

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ــــــــــــــــــــــــ ۳

درسِ حدیث ــــ حضرت مولانا سیّد حامد میاں رح ــــ ۵

عید ــــ حضرت مولانا سیّد محمد میاں رح ــــ ۱۰

آبِ زم زم ــــ مولانا عبد الحفیظ صاحب ــــ ۱۴

مکتوب مدنی ــــ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رح ــــ ۲۰

اصلاحی مکتوب ــــ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب ــــ ۲۳

الجہاد ــــ حضرت مولانا ابو الکلام آزاد رح ــــ ۲۶

آج کا دن (نظم) ــــ نُور محمدؐ انور صاحب ــــ ۳۴

صدقۂ فطر ــــ حضرت مولانا سیّد محمدؐ میاں رح ــــ ۳۵

ایک قُدرتی کُرِش ــــ محمد نوید حفیظ ــــ ۳۸

بیعانۂ دل ــــ پرُوفیسر بشیر متین فطرت صاحب ــــ ۴۰

شہید ــــ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ــــ ۴۱

بندگی اور خدائی ــــ مولانا محمد حسین صاحب ــــ ۴۵

ایک حدیث اور اس کی تشریح ــــ حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد صاحب ــــ ۴۸

حاصل مطالعہ ــــ حضرت مولانا نعیم الدّین صاحب ــــ ۵۱

تقریظ و تنقید ــــــــــــــــــــــــ ۵۸

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہٗ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد یو۔پی۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ پاکستان کی تاریخ کا وہ مبارک دن ہے جس میں سپریم کورٹ آف پاکستان کی شریعت اپیلیٹ بنچ نے باون برس بعد ایک اہم انقلابی فیصلہ صادر کیا۔ اس فیصلہ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ سود اور سودی کاروبار حرام اور قرآن و سُنّت کے منافی ہے اور تمام مروجہ سُودی قوانین ۳۱ مارچ ۲۰۰۱ء میں ختم ہو جائیں گے۔ بعد ازاں ہر قسم کا سودی کاروبار ملک میں قانوناً ممنوع ہو گا۔ جن قوانین کو اسلامی بنانے کی ڈیڈ لائن دی گئی ہے اُن میں وفاقی اور صوبائی کنسالیڈیٹڈ فنڈ، انٹرسٹ ایکٹ، پبلک اکاؤنٹس، منی لینڈر آرڈیننس اور بینکنگ کمپنیز آرڈیننس کی دفعہ ۹ شامل ہیں۔ سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس میں اضافے بھی کیے۔ سپریم کورٹ نے حکم دیا کہ ہاؤس بلڈنگ ایکٹ کو بھی اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے۔ تمام بینک اور مالیاتی ادارے چھ ماہ کے اندر ایسے ماڈل پراجیکٹ تیار کریں جو قومی معیشت کو سودی لعنت سے چھٹکارا دلا سکیں۔

فیصلے میں نواز شریف حکومت اور بینکوں کی ان اپیلوں کو خارج کر دیا ہے جو سود اور سودی کاروبار کو قرآن و سُنّت کے منافی قرار دینے والے وفاقی شریعت کورٹ کے فیصلہ کو تبدیل کرانے کے لیے اس کے خلاف دائر کی گئی تھیں۔ عدالتِ عظمیٰ نے بینکاری کے اسلامی طریقوں کے اپنانے کو فائدہ بخش قرار دیا اور کہا کہ دُنیا کے دو سو اداروں میں متبادل نظام کے ہوتے ہوئے پاکستان میں کسی بھی شکل کے سودی کاروبار

کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

عدالتِ عظمٰی کے اس فیصلہ پر اللہ رب العزت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے اور سپریم کورٹ کے فاضل جج صاحبان کو اس سعادت پر جتنی بھی مبارکباد دی جائے تو وہ اس کے حق دار ہیں اللہ تعالیٰ ان جج صاحبان ان کے مشیر اور دیگر معاشی و اقتصادی ماہرین جنھوں نے اس کارِ خیر میں صدقِ دل سے تعاون کیا بہت بہت جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ ان کی انتھک محنت اور اس کے نتیجہ میں سپریم کورٹ کا دوٹوک فیصلہ پاکستان کے سنہری مستقبل کی طرف بہت بڑی پیشقدمی ہے اس فیصلہ کی بدولت اللہ اور اس کے رسول سے باون برس سے قومی سطح پر جاری جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا جس کی نحوست سے پُورا ملک سود کے تعفن سے بھرا پڑا تھا اور ہر وقت خدائی پھٹکار کی وجہ سے ذہنی بے چینی اور بے سکونی کے ساتھ ساتھ معاشی بدحالی نے ہر سُو ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ اَب حکومت کا فرض ہے کہ اس فیصلہ پر فوری عمل درآمد کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اس فیصلہ پر عمل درآمد کے لیے عام انسان بالعموم اور مذہبی طبقہ اور جماعتیں بالخصوص حکومت کی مدد کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھیں گی بلکہ اس راہ میں حائل ہونے والے مٹھی بھر مفاد پرست عناصر کی سرکوبی میں بوقت ضرورت حکومت کا مکمّل ساتھ بھی دیں گی۔

سود کی لعنت کے خاتمہ کے ساتھ دیگر غیر اسلامی قوانین کے خاتمہ کی طرف بھی فوری توجہ کی ضرورت ہے تاکہ اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے ملک میں اللہ کا اُتارا ہُوا قانون پُوری طرح نافذ کر کے اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدہ کو پُورا کر دیا جائے۔

مولایَ صلِّ وسلِّم دائماً ابداً ✿ درسِ حدیث ✿ علیٰ حبیبکَ خیرِ الخلقِ کلِّھمٖ

حضرت ابو عبیدہؓ بن جراحؓ کی امانت نبی علیہ السّلام کی زبانی عشرہ مبشرہ کے علاوہ اور لوگوں کو بھی جنّت کی بشارتیں دی گئی ہیں انفرادی بھی اور اجتماعی طور پر بھی مگر عشرہ مبشرہ کا درجہ سب سے بڑھ کر ہے

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۶ سائیڈ ۸۳ - ۱۰ - ۴

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّدؐ وآلہ واصحابہ اجمعین

امابعد! عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَمِیْنٌ وَ اَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ [1]

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک موقعہ پر) ارشاد فرمایا کہ ہر اُمّت میں ایک امانت دار شخص ہوتا ہے اور میری اُمت میں ایسا شخص (جس پر اعتماد کیا جاسکے) ابوعبیدہ بن الجراحؓ ہیں"۔

حضرت آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کرام میں سے چند ایسے صحابہ ہیں کہ جن کو آپ نے جنّت کی بشارت دی ہے اُن میں دس حضرات معروف ہیں ان دس کے علاوہ اور بھی ہیں مگر ان کے بارے میں بار بار فرمانا اور اتنا کہ بہت لوگوں نے سنا اور پھر بہت لوگوں نے آگے روایت بھی کیا، وہ صرف دس حضرات ہیں ورنہ روایات میں اور بھی ہیں۔

ایک عورت کو جنّت کی بشارت اور بے پردگی سے حفاظت کی دُعا

ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ مجھے دَورہ پڑتا ہے میرے لیے دُعا فرمائیے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ایسے کرلو کہ اس تکلیف کو برداشت کرلو اور تمہیں جنّت ملے گی اور چاہو تو میں دُعا کردوں اور یہ تکلیف تمہاری جاتی رہے اُنھوں نے عرض کیا کہ یہ ٹھیک ہے، مگر اتنی دُعا فرما دیجیے کہ دَورہ کی حالت میں بے پردگی نہ ہو تو آپؐ نے یہ دُعا فرما دی اُس نے اس تکلیف میں رہنا گوارا کیا اور آپؐ نے اُسے جنّت کی بشارت دی۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص : ۵۶۶

ایک اور عورت پر جہنّم حرام ہونے کی بشارت

اسی طرح ایک اور بھی صحابیہ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مَس کردہ بدن کا پانی استعمال کرلیا تو آپؐ نے یہ فرمادیا کہ حَرَّمَ اللّٰہُ بَدَنَکِ عَلَی النَّارِ اللہ نے تمہارا بدن آگ پر حرام کردیا، اسی طرح ایک صحابی تھے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ستر ہزار آدمی ایسے ہوں گے میری اُمّت میں جو بے حساب کتاب جنّت میں داخل ہوں گے۔

نیک کام میں سبقت کا فائدہ اور تاخیر میں نقصان

ایک صحابی عرض کرنے لگے میرے لیے دُعا فرما دیجیے۔ اللہ تعالیٰ اُن میں مجھے کردے۔ آپ نے یُوں دُعا کردی خداوندکریم! تو ان کو اُن لوگوں میں شامل کردے ایک اور صحابی کھڑے ہُوئے اُنھوں نے کہاکہ میرے لیے بھی دُعا کردیجیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا سَبَقَکَ بِھَا عُکَّاشَۃُ یہ عکاشہ تم پر اس معاملہ میں سبقت لے گئے اُنھوں نے پہلے کہا وہ بات ختم ہوگئی اب، ایسے اور بھی واقعات احادیث میں ملتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی آپؐ نے جنّت کی بشارت دی، چندروز ہوئے میں ایک کتاب دیکھ رہا تھا اِس میں اس طرح کے بہت سارے صحابہ کرام کی تعداد بیان کی گئی ہے جن کو آپؐ نے جنّت کی بشارت دی ہے عبداللہ بن سلامؓ نے ایک خواب دیکھا اُس خواب کی تعبیر آپؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ دی کہ تم اسلام پر قائم رہو گے موت تک توجب لوگ اُن کو دیکھتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ جنّتی آدمی ہے ایک صاحب باہر سے مدینہ منوّرہ پہنچے تو اُنھوں نے کسی کو کہتے ہُوئے سُنا کہ یہ جنّتی آدمی ہے تو پھر وہ اُن کے پیچھے پیچھے چلے گئے اور پُوچھا اُن سے کہ مَیں نے یہ سُنا ہے آپ کے بارے میں اس کا کیا قصّہ ہے؟

مبالغہ سے اجتناب کرتے ہُوئے بات بیان کرنا

تو اُنھوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ مَیں نے خواب دیکھا تھا آدمی کو اتنی بات کہنی چاہیے جتنی ہو یہ جو کہتے ہیں لوگ کہ جنّتی ہے تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ تو نہیں فرمایا تھا۔

خواب ایک حقیقت ہے اسکی تعبیر ہُوا کرتی ہے

ہاں یہ ہُوا تھا کہ مَیں نے خواب دیکھا تھا کہ سبزہ ہے اُس میں ایک بہت بڑا ستون نصب ہے تو اُس ستون پہ میں چڑھ رہا ہوں اور چڑھ نہیں سکا تو مجھے کسی نے سہارا دیا ایک خادم نے پیچھے سے تاکہ میں چڑھ جاؤں کسی طریقہ سے، جب چڑھ گیا تو وہاں مَیں نے دیکھا کہ ایک کُنڈا تھا جو لٹکا ہُوا تھا، یہ خواب مَیں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم موت تک اسلام پر قائم رہو گے اور یہ جو تم نے سبزہ دیکھا یہ اسلام

ہے اور یہ جو کنڈا تھا یہ اَلْعُرْوَۃُ الْوُثْقٰی ہے مضبوط کنڈا، مضبوط کُنڈا اگر پکڑ لے اور نیچے سے کوئی چیز نکل بھی جائے تو لٹکا تو رہے گا۔ آدمی تو گویا بڑی مضبوط چیز ہوتی ہے انسان کو بہت محفوظ کر لیتی ہے یہ اُنھوں نے کہا کہ یہ مَیں نے خواب دیکھا اب سب نے اس کی تعبیر یہ لی حتّٰی کہ یہ ذکر عام ہو گیا کہ عبداللہ بن سلام جنتی آدمی ہے

ایسے واقعات بہت سے صحابہ کرام کے بارے میں ملیں گے۔

مجموعی بشارت بھی دی گئی ہے

اور مجموعی طور پر بھی ملیں گے جیسے کہ اہلِ بدر اُن سب کے بارے میں (بشارت) ہے اور وہ تین سو تیرہ آدمی تھے۔ اصحاب بیعتِ رضوان یہ چودہ سو صحابہ کرام ہیں جو ۶ھ میں حُدیبیہ گئے مکّہ مکرّمہ گئے عمرہ کرنے کے لیے یہ قرآن پاک میں آتا ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ

منافقین اس بشارت میں شامل نہیں ہیں

ان میں ایک ادھر منافقین بھی تھے تو وہ چھُپ گئے تھے اور بیعت نہیں کی تھی جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مُبارک پہ لیکن جنھوں نے بیعت کی ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مُبارک پر اُن کے بارے میں یہ آیت ہے تو جس سے خُدا راضی ہو جائے وہ جنتی ہے اگر معاذ اللہ راضی نہ ہو تو وہ جہنّمی ہے اس کے لیے ہر جگہ بے چینی ہے اور جس سے خدا راضی ہو اُس کے لیے ہر جگہ سکون اور راحت ہے تو یہ حضرات (عشرہ مبشرہ) جن کا ذکر چل رہا ہے۔ یہ وہ دس چیدہ حضرات ہیں ان میں حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر مُبارک بیان کیا جا چکا ہے۔ پھر حضرت زبیرؓ کا ذکر آیا پھر حضرت طلحہ کا ذکر آیا اور حضرات سعد کا ذکر آیا اور آٹھویں صحابی یہ ہیں جن کا ذکر ہم کر رہے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ کے واقعات ہیں۔

نجران کے عیسائی مناظروں کا حق کی تاب نہ لانا

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہُوا کہ اہل نجران (عیسائی) آئے۔ نجران میں عیسائی تھے، وہ مان نہیں رہے تھے۔ بات اُنھوں نے بھیج دیا جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے گفتگو کرنے کے لیے بحث کرنے کے لیے کچھ اپنے آدمیوں کو جو ذرا چرب زبان تھے۔ تیز بولنے والے تھے۔ جواب سوال کر سکتے تھے۔ مناظرہ کر سکتے تھے وہ جب وہاں پہنچے ہیں تو اُنھوں نے کہا کہ اگر یہ سچ مچ رسول ہوئے تو کبھی

ہم نہیں بچ سکتے اِس واسطے اِن سے بحث کرنی فضول ہے۔ البتہ یہ شکل ہے کہ اِن کی بات مان لیتے ہیں اِن کا اقتدارِ اعلیٰ تسلیم کر لیتے ہیں اور ہم جزیہ دے دیا کریں گے لیکن انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے پاس آدمی بھیجئے ایسا آدمی ہو کہ اَمِیْنًا حَقَّ اَمِیْنٍ ایک امین بھیجیے جس پر اطمینان کیا جاسکے۔ روپے پیسے کے بارے میں بالکل اطمینان ہو تو آپ نے ارشاد فرمایا لَاَبْعَثَنَّ اِلَیْکُمْ رَجُلًا اَمِیْنًا حَقَّ اَمِیْنٍ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جواب دیا کہ میں تمہارے پاس آدمی بھیجوں گا ایسا امین ایسا امانت دار کہ جیسا امانت کا حق ہوتا ہے تو لوگوں کو خیال ہوا کہ کس کو اشارہ فرمائیں گے اُس کو دیکھنے کے لیے ہر آدمی نے نظریں جمائیں اُٹھایا سر تو اب دونوں باتیں ہوتی ہیں کہ اس لیے بھی سر اُٹھاتا ہے آدمی کہ اُسے یہ خیال ہوتا ہے کہ مجھے منتخب فرمائیں اور اِس لیے بھی اُٹھاتا ہے آدمی گردن اور نظریں کہ دیکھوں کسے منتخب کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خود کو انتخاب کیلیے پیش کرنے کا جذبہ بُرا نہیں ہوتا

اور اگر کوئی آدمی اِس خیال سے نظریں اُٹھائے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منتخب کرلیں تو یہ بُری بات کسی بھی طرح نہیں ہے یہ بھی اچھی بات ہے۔ کیونکہ رسول کا منتخب کر لینا بہت بڑی بات ہے، اس کا مطلب ہے کہ اللہ کو وہ آدمی پسند ہے تو ایسا کون ہوگا کہ ایسے موقع کو ہاتھ سے جانے دے اور اِس موقع سے فائدہ نہ اُٹھائے اور وہ یہ نہ چاہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا سمجھ لیں ایسا بنا لیں تاکہ میں اللہ کے نزدیک بھی سچ مچ ایسا ہو جاؤں تو لوگوں نے دیکھا

حضرت ابو عبیدہ رض کا انتخاب ان کا تارک الدنیا ہونا

کہ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابو عبیدہ بن الجراح تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تارک الدنیا تھے بالکل آخر تک اسی طرح تارک الدنیا رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ سفر کیا ہے کم ازکم شام کے جہاد کے دوران ایک دفعہ تشریف لے گئے تو وہاں ٹھہرنے کی بات ہوئی تھی کہ کہاں ٹھہریں گے؟ تو کہا کہ میں ابو عُبیدہ کے پاس ٹھہروں گا اور فرمایا کہ بھائی کے پاس ٹھہروں گا تو اس زمانہ میں یہ تو تھا نہیں کہ تار ہو ٹیلیفون ہو جس سے معلوم ہو جاتے کہ اِس وقت پہنچنا ہے اس وقت نہیں پہنچنا بس اندازے ہوتے تھے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ وہاں پر موجود نہ تھے لیکن آگئے اور ساتھ لے گئے۔ وہاں جاکر دیکھا حضرت عمر رض نے تو وہاں کوئی چیز خاص نہیں تھی، کچھ چمڑے کی چیزیں تھیں کھانے کا وقت آیا تو انھوں نے روٹیاں بھگو دیں پانی میں انھوں نے پوچھا کہ آپ یہ کھاتے ہیں کہا میں یہی کھاتا ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

زمانے لگے کہ سب کو دُنیا نے بدل دیا سوائے تمہارے کہ تم اپنی اصلی حالت پر ہو اُس حالت پہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی، اب حضرت ابو عبیدہ ہی ہیں یہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَمِیْنٌ ہر اُمّت میں ایک آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جس میں وہ وصف نمایاں ہو امانت کا تو میری اُمّت میں ایسا آدمی یہ ابو عبیدہ ہیں اَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔

تمام جہادی معرکوں میں حاضر رہے ہیں نبی علیہ السلام کی خاطر دانت بھی متاثر ہوئے

تمام معرکوں میں شریک رہے ہیں۔ بدر میں بھی شامل رہے ہیں۔ اُحد میں بھی شامل رہے ہیں اور اُحد میں اِنھوں نے وہ خَود جو جس کی کمانی دب کر گھس گئی تھی وہ اپنے دانتوں سے نکالی اُس سے اُن کے دانتوں کو اثر پہنچا، بہر حال بہت بڑے آدمی تھے وہ اللہ کو بہت پسند تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھے

شام کے لشکروں کی سرداری

اُنھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر بنا دیا تمام لشکروں کا جو شام جا رہے تھے کہ شام میں جہاد کرو۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اُن کی جگہ انھیں رکھ لیا۔

حضرت خالد رض کو معزول کر کے اُن کو رکھنے کی حکمت

اور اُن (حضرت عمر رض) کے پیشِ نظر بس یہی چیز تھی کہ یہ پیسے کا اور دولت کا جو بالکل انبار لگتا جا رہا ہے اِن میں ایسا آدمی ہونا نہایت ضروری ہے کہ جس کا عمل اتنا محتاط ہو کہ دوسرے کو غلط فہمی بھی نہ ہو۔

حضرت خالد رض کا عمل بھی محتاط تھا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا عمل محتاط تھا جائز تھا مگر ایسا عمل نہیں تھا کہ دوسرے کو غلط فہمی نہ ہو۔ غلط فہمی ہو جاتی تھی، دو دفعہ ایسے قصے پیش آئے۔

حضرت ابو عبیدہ رض کو منصب امانت نبی علیہ السلام نے خود عطا فرمایا تھا اس لیے کسی کو تردد نہیں ہو سکتا تھا

جبکہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رض کا یہ حال تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اِنھیں چُنا تھا تو ان کو اِس جگہ مقرر کرنے میں کوئی تأمل نہیں ہوا، پھر جب حضرت عمر رض شام آئے ہیں اور دیکھا

(بقیہ بر صفحہ ۱۳)

تکبیر اور تعظیمِ شعائر اللہ کا مقدس دن

عید

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

لفظ عید اور اس کی حقیقت

"عید" عربی لفظ ہے۔ ہم اس کو نام کے طور پر استعمال کرتے ہیں جیسے "ہولی"، "دیوالی" ایک تہوار مانا جاتا ہے۔ شب برات اور محرم کو کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی عید اور بقر عید بھی دو تہواروں کے نام سمجھے جاتے ہیں مگر اپنے اصل و حقیقت کے لحاظ سے "عید" کے یہ معنی نہیں ہیں۔

عِید، عَود، عُود، عادت۔ ان سب الفاظ کا ماخذ ایک ہی ہے اور "بار بار" ہونے کا مفہوم اس ماخذ یعنی "عود" کا بنیادی نقطہ اور مرکزی مفہوم ہے۔ اس بنا پر ہر دن "عید" ہے۔ کیونکہ وہ بار بار آتا رہتا ہے اور نہ صرف دن بلکہ ہر ایک رات اور ہر ایک شبِ دیجور کو بھی "عید" کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا چکر بھی برابر چلتا رہتا ہے اور وہ بھی یکے بعد دیگرے مسلسل آتی رہتی ہے لیکن محاورہ اور عرفِ عام نے کچھ حدیں قائم کر دیں۔ "ع ی د" کے اس لفظی قالب میں مسرت اور خوشی کی رُوح پھونکی گئی ہے کامیابی اور بامرادی کا ہار اس کے گلے میں ڈالا گیا اور اجتماعی زندگی کا تاج اُس کے سر پہ رکھا گیا۔ یعنی "عید" اس پُر مسرت اور بامُراد دن کو کہا جانے لگا جو اجتماعی اور قومی زندگی کی تاریخ میں کسی کامیابی اور کامرانی کا مالک ہو، اور اُس کی یاد بار بار دلا کر جسم ملّت کو سوکھی رگوں میں مسرت کی اُمنگ اور خوشی کی تازگی پیدا کرتا رہتا ہو۔

لفظ اور معنی کے تجزیہ اور تحلیل کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ لفظِ "عید" اپنے مآخذ کے لحاظ سے کچھ ہی معنے رکھتا ہو، مگر محاورہ اور عرفِ عام میں وہ "ہندی" لفظ تہوار کا مفہوم ادا کرتا ہے۔

عید اور تہوار میں فرق

جہاں تک عربی لغت کا تعلق ہے۔ عید اور تہوار ایک ہی مفہوم کے دو نام ہیں۔ یعنی جس کو تہوار کہا جاتا ہے۔ اسی کو عید بھی کہا جائے گا اور حقیقت یہ ہے کہ عرب کے قومی مذاق نے بھی عید اور تہوار میں کوئی خاص فرق نہیں کیا تھا۔ بقول حضرت سیّدنا شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ جس طرح ایران کے عجمی دو تہوار "نوروز" اور مہرجان منایا کرتے تھے۔

مدینہ کے عرب بھی ان دونوں تہواروں کے عادی ہو چکے تھے۔ ایرانی ان دونوں تہواروں کے لیے فارسی الفاظ نوروز اور مہرجان استعمال کیا کرتے تھے۔ عربوں نے ان کے لیے اپنے یہاں کا ٹکسالی لفظ "عید" بولنا شروع کر دیا تھا۔ یعنی ایک ہی رُوح کے لیے دو قالب اور ایک ہی منشاء کی تعبیر کے دو عنوان تھے ایک فارسی اور ایک عربی۔

خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ عز وجل کا آخری پیغام اور نوعِ انسان کے لیے مکمل ترین تہذیب لے کر مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ نے جس طرح قوم کی تمام عادتوں اور ان کے ہر ایک رسم و رَواج پر تنقیدی نظر فرما کر اصلاح فرمائی۔ اس رسم پر بھی تبصرہ فرما کر اس کی اصلاح فرمائی۔ ابدلکم اللّٰہ خیرا منھا یوم الاضحی ویوم الفطر (یعنی اللہ نے ان دونوں کے بدلے میں دو تہوار دیے ہیں جو ان دونوں سے بہتر ہیں۔ "عید قربان" اور "عید الفطر") یعنی یہ حقیقت کہ خوشی کے دن ہوں۔ چھوٹے اور بڑے سب ہی حسبِ حیثیت عمدہ لباس پہنیں، بن سنور کر نکلیں۔ ملیں جلیں اور خوشی منائیں۔ اس حقیقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترمیم کر دی گئی کہ یہ دو دن نوروز اور مہرجان نہیں بلکہ فطر اور اضحی کے دو دن ہیں۔

کیوں

کیا معاذ اللہ قومی تعصب تھا جس نے یہ ترمیم ضروری قرار دی یا کوئی اصلاحی مقصد تھا جس کے لیے یہ ترمیم ضروری سمجھی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ دینِ فطرت یعنی اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ فطرت کا گلا نہیں گھونٹتا۔ البتہ اس کی کج روی اور بے اعتدالی دُور کر دیتا ہے۔ اس کا یہی فعل یہاں بھی ہوا ہے۔ یعنی فطری مطالبہ کو پورا کرتے ہوئے اس میں وہ خوبی پیدا کر دی گئی ہے کہ وہ صرف نفسانی اور مادی چیز ہی نہیں رہی بلکہ سراسر عبادت اور ایک روحانی حقیقت بن گئی

ہے۔ اسلامی تعلیم کا حاصل یہ ہے کہ خوشی ضرور مناؤ۔ فطرت کے اس تقاضے کو کہ سال میں ایک دو روز ایسے ضرور ہوں جن میں اپنی تہذیب قومی اور ملّی شان و شوکت کا مظاہرہ ہو، ضرور پُورا کیا جائے۔ مگر ان دونوں کے مقرر کرنے اور منانے میں زمانہ جاہلیت کا ذوق اور جاہلانہ جذبات کارفرما نہ ہوں بلکہ اس کا محرک کوئی سچا اور پاک جذبہ ہونا چاہیے۔

آبا پرستی حرام ہے، مادہ پرستی شرک ہے اور ایسا ترنگ اور ایسی عیش و عشرت جو جامۂ انسانیت کو چاک اور جبینِ تہذیب کو داغ دار بنا دے۔ خود تہذیب پر ظلم ہے۔ لہٰذا "عکاظ" اور "ذی المجاز" جیسے تہوار اور میلے جن میں خاندانی عظمت اور آباء و اجداد کے مفاخر میں فصاحت و بلاغت کی تمام طاقتیں صرف کر دی جائیں یا نوروز اور مہرجان جیسے تہوار جن میں موسم بہار کے نام پر زندگی کی بہار میں بحران پیدا کیا جائے اور خورد و نوش کی وسعت کو رقص و طرب کے دائرہ تک پہنچا کر عیش و عشرت کی داد دی جائے۔ یہ انسانیت و تہذیب و شرافت کی پیشانی پر بدنما داغ ہیں۔ ان میں سے ایک ایک کو مٹ جانا چاہیے۔

یعنی اسلام کا بنایا ہوا تہوار نسلی برتری، خاندانی فخر و عظمت آباء و اجداد کے مفاخر یا موسم بہار و خزاں کے مادی اثرات کی بناء پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ آباء و پرستی کے بجائے خدا پرستی، خاندانی فخر و عظمت کے بجائے اخلاص و للّٰہیت اور عیش و عشرت کے بجائے ایثار و قربانی کے جذبات اس میں کار فرما ہونے چاہییں اور وہ دن ایسے ہوں کہ ان سے اگر یاد ہو سکے تو انھیں پاک جذبات کی اور انھیں مقدس رجحانات کی۔ تاکہ انسانی فطرت کا تقاضا اسی طرح پُورا ہو کہ عبدیّت و بندگی خدا پرستی اور انسانی شرافت و عظمت کے آثار بھی نمایاں رہیں اور اسلام جس انسانیت کی تعلیم دیتا ہے اس کی زندہ تصویر سامنے آسکے اور یہ جو انفرادی طور پہ زندگی کا نصب العین ان الہامی الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے) یہ مقدس نصب العین اجتماعی صورت میں بھی سامنے آجائے۔

اسلام نے خُدا پرستی کی تصویر میں اخلاص و صداقت کا رنگ بھرنے کے لیے سب سے پہلے روزے کی تلقین کی ہے۔ جس کی شان اخلاص کا اندازہ حدیثِ قدسی کے اس جُملہ سے ہو سکتا ہے

الصوم لی وانا اجزی بہ (روزہ صرف میرے لیے ہے اور مَیں ہی اس کی جزا دوں گا۔)
اخلاص وایثار اور قربانی کی آخری حد وہ ہے کہ انسان سب کچھ حتّٰی کہ آل و اولاد کو بھی قربان کرڈالے۔

اسلام نے فطرتِ انسان کو دعوت دی کہ شان و شوکت، زیبائش و آرائش اور انبساط و مسرّت کی تمام جلوہ آرائیاں، اخلاص و صداقت کے انہیں دو محوروں پر ہونی چاہییں۔

۱۔ جب ماہ رمضان ختم ہو اور ایک خدا پرست، ایثار و اخلاص، خدمتِ خلق اور ہمدردئ نوع کا ایک کورس پُورا کر چکے ہیں۔ اس کا نام عید الفطر ہے۔ یعنی مسرّت کا وہ دن جس کا محرک اور منبع یہ ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ گزارنے کے بعد آج روزہ کشائی ہُوئی ہے۔

۲۔ جب والہانہ جذبات کے ساتھ اس بیت عتیق" میں حاضری ہو جس کے بانی (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے پہلے اس" وادئ غیر ذی زرع" میں اپنی مالوفات (رفیقہ حیات حضرت ہاجرہؑ اور شیر خوار لختِ جگر حضرت اسمٰعیلؑ) کو چھوڑ کر اس کے بعد انسانی تمنّاؤں کے آخری سہارے کو قربان کر کے عاشقانِ پاک طینت کے لیے مقدس مثال قائم کی تھی۔

یہ دو عیدیں ہیں جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے ان کے سلسلہ میں لکھنے اور کہنے کی باتیں تو بہت کچھ ہیں مگر مناسب اور بہتر یہ ہے کہ قول کے بجائے فعل کی طرف توجہ دی جائے۔

بقیہ: درسِ حدیث

اُنھیں اِس (زہد کے) حال پر تو یہ وہی حال تھا جو ایمان کے راسخ ہونے کے بعد اور خُدا کا مقرب ترین ہونے کے بعد ہوتا ہے۔

وفات کے وقت حضرت عمرؓ کا اُن سے حسن ظن

اور (حضرت عمرؓ) وفات کے وقت فرماتے تھے کہ اگر ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو مَیں اُن کا نام پیش کر کے اُنھیں نامزد کرتا اور مجھے اُن کے نامزد کرنے میں تأمل نہ ہوتا تو یہ بڑے بڑے حضرات ہیں، اللہ تعالیٰ کے مقرب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے معتمد اور اِن کے بارے میں تعریفی کلمات احادیث میں آئے ہیں۔ تعریفی سے بھی بڑھ کر جنتی ہونے کی بشارت احادیث میں آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی محبّت دے اور ان کا ساتھ آخرت میں نصیب فرماتے۔ (آمین)

(قسط : ۵)

"آبِ زم زم"

فضائل، فوائد، خصوصیات، برکات

مولانا عبد الحفیظ صاحب فاضل جامعہ مدنیہ لاہور

زبان کی بندش و لکنت کا علاج بذریعہ آبِ زمزم

"الجوہر المنظم" کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ میرے ایک دوست تھے جن کا نام شیخ عبد الرحمن بن مصلح الدین تھا۔ انھوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ جب میں چھوٹا بچّہ تھا تو ایک صاحب سے قرآن پاک پڑھا کرتا تھا وہ صاحب ہیبت ناک شکل وصورت والے تھے ایک دن ایسا ہُوا کہ مجھے سبق یاد نہ ہُوا۔ جب اُن کو پتہ چلا کہ مَیں نے سبق یاد نہیں کیا ہے تو اُنھوں نے مجھے غضب ناک آنکھوں سے گھُورا اور سخت ڈانٹ ڈپٹ کی جس سے مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا۔ میری زبان بند ہوگئی اور مَیں کھڑا ہونے کے بھی قابل نہ رہا اپنے چہرہ کے بل زمین پر گر گیا اور جسم سے پسینہ اس قدر بہنے لگا کہ فرش تر ہوگیا، اس کی اطّلاع میرے والد کو پہنچی تو اُنھوں نے میرا تمام حکماء سے ہر ممکن علاج کرایا، لیکن شفاء نہ ہُوئی۔ تمام حکماء نے اس پر اتّفاق کرلیا کہ اس کا علاج سوائے . . . . . کے کسی اور دوا میں نہیں ہے، لیکن میرے والد نے اس سے علاج کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر یہ بڑی عمر کا ہوتا تو تب بھی میں اسے حرام نہ کھلاتا جبکہ ابھی تو یہ بچّہ ہی ہے، البتّہ وہ مجھے آبِ زمزم شفاء کی نیت سے پلاتے رہے جس سے کچھ ہی عرصہ کے بعد مَیں نے بولنا چالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آہستہ آہستہ میری زبان کی گرہ و بندش کھلتی چلی گئی اور مَیں جلد ہی صحّت یاب ہوگیا۔[1]

---

[1] الجواہر المنظم ص: ۷۲

امام شعرانیؒ کے پھوڑے کا علاج آبِ زمزم سے

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں۔
جب مَیں نے ۹۴۷ھ میں بیت اللہ شریف کا حج کیا تو اس وقت میرے پیٹ میں خربوزہ کے بقدر ایک پھوڑا (رسولی) تھا، مصر کے تمام حکماء و اطباء نے اس کا علاج آپریشن ہی تجویز کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ طوافِ وَدَاع کے بعد میں آبِ زمزم شفاء کی نیت سے پیوں، آبِ زمزم پینے کے بعد باطن میں مجھے حرارت محسوس ہُوئی حتّٰی کہ وہ پھوڑا پک گیا اور پھر پھُوٹ گیا اور سیاہ رنگ کا مادہ کٹ کٹ کر نکلنا شروع ہُوا اور اتنا نکلا کہ برتن بھر گیا (اس کے بعد مجھے صحت ہو گئی) [1]

سَلَسُ البول کا علاج آبِ زمزم سے

محترم ڈاکٹر شیخ محمد مظہر بقاء نے مجھ سے ذکر کیا کہ جب مَیں نے ۱۳۹۰ھ میں پہلا حج کیا تو میں اس وقت سلس البول (پیشاب کے قطرے نکلنے) کے مرض میں مُبتلا تھا مَیں نے طواف اور نمازِ طواف کے بعد شفاء کی نیت سے آبِ زمزم پیا اور اپنے رَب سے دُعاء کی کہ وہ کامل اور مکمّل طہارت کے ساتھ نماز اور تمام عبادات کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں اور اس مرض سے مجھے نجات دلائیں جو طہارت کے منافی ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے ایسی شفاء عطاء فرمائی کہ گویا مرض تھا ہی نہیں۔
یہ آبِ زمزم سے شفاء حاصل کرنے والوں کے چند ایک واقعات تھے جبکہ آبِ زمزم سے شفاء حاصل کرنے والوں کی تعداد بے شمار اور بے حساب ہے جن کا شمار ممکن ہی نہیں حتّٰی کہ امام قزوینیؒ (متوفی ۶۸۲ھ) نے فرمایا:
"آبِ زمزم میں تمام امراض کے علاج کی صلاحیّت ہے۔ عُلماء کا قول ہے کہ اگر اُن لوگوں کی فہرست تیّار کی جائے جن کا علاج حکماء نے کیا ہے تو یہ اس تعداد کا نصف حصّہ بھی نہیں بنے گی جن کو اللہ تعالیٰ نے آبِ زمزم سے شفاء عطاء فرمائی ہے" [2]

---

[1] نشر الآس بحوالہ لواقح الانوار القدسیہ [2] عجائب المخلوقات ص ۹۳

یہ خاصیّت جو اللہ تعالیٰ نے آبِ زم زم میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مُبارک سے "وَاِنَّہٗ شِفَاءُ سُقْمٍ" کہلواکر رکھی ہے۔ اللہ کے حکم سے قیامت تک باقی رہے گی اس لیے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسے کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں فرمایا ہے، اسی سلسلہ میں امام ابوبکر ابن العربی المالکی (متوفی ۵۴۳ھ) فرماتے ہیں۔

" آب زمزم میں علاج و شفاء کی خاصیّت ہر اس شخص کے لیے قیامت تک کے لیے ہے جس کی نیت خالص ہو اور اس کا ضمیر مطمئن ہو اور وہ اِس کی خاصیّت کو جھٹلانے اور تجربہ کی نیت سے پینے والا نہ ہو بلکہ اللہ پر توکل، اعتماد اور یقین کے ساتھ پیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ متوکلین کے ساتھ ہیں اور مُجرِّبِین (تجربہ کی نیت سے پینے والے) کو رسوا کرنے والے ہیں۔[۱]

آب زمزم سے بخار کا علاج

گزشتہ صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ آب زمزم میں عمومی طور پہ تمام بیماریوں کا علاج ہے لیکن بُخار کو دُور کرنے کی صلاحیت خاص طور پر اس میں پائی جاتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے۔

عن همام عن ابی جمرة الضُّبعی قال کنت اجالس ابن عبّاس رضی الله عنهما بمکة فاخذتنی الحمٰی فقال ابردها عنك بماءِ زمزم فان رسول الله صلّی الله علیه وسلّم قال هی الحمٰی من فیح جهنم ، فابردوها	ہمام ابوجمرة الضُّبعی سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا: میں حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہ کے پاس مکّہ مکرّمہ میں بیٹھا کرتا تھا۔ اسی دوران مجھے بخار ہوگیا تو حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بخار کا علاج آب زمزم سے کرو، کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ بخار جہنّم کی بھاپ سے ہے لہٰذا اسے پانی سے ٹھنڈا کردیا آپ

---

[۱] احکام القرآن لابن العربی ج ۳، ص: ۳ ۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج: ۹، ص: ۳۷۰

بالماء او قال بماء شک همام [1]　　صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آبِ زمزم سے ٹھنڈا کرو اس میں ہمام رض کو شک ہے۔

لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی روایت مسند احمد میں شک کے بغیر " فابردوها بماءِ زمزم" کے الفاظ سے ہے۔[2]

اب بخار کا علاج آبِ زمزم سے کرنے کا طریقہ کیا ہوگا تو اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں بخار کو آبِ زمزم سے دُور کرنے کی سب سے بہتر صُورت وہی ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے اختیار فرمائی کہ وہ بخار کے مریض کے چہرہ اور کپڑوں پر آبِ زمزم کے چھینٹے مارتی تھیں۔ لہٰذا اُن کا یہ عمل بمنزلہ اس منتر کے ہوگیا جس کی (شریعت کی طرف سے) گویا اجازت ہے۔[3]

آبِ زمزم کو دیکھنے سے نظر تیز ہوتی ہے

اخبارِ مکہ کے مصنّف ارزقی نے ضحاک بن مزاحم تابعی سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا " مجھے خبر پہنچی ہے کہ خُوب سیر آبِ زمزم پینا منافقت سے پاک ہونے کی علامت ہے اور بلا شُبہ آبِ زمزم سر درد کو ختم کرتا ہے اور اسے دیکھنا نظر کو تیز کرتا ہے۔[4]

ضحاک تابعی کا یہ قول کہ آبِ زمزم سے سر درد ختم ہوتا ہے اس کی دو صُورتیں ہوسکتی ہیں۔ پینا اور سَر پر ملنا یعنی پینے اور سر پر ملنے سے سر درد ختم ہو جاتا ہے۔[5]

آبِ زمزم کو دیکھنا بھی عبادت ہے

یہ فضیلت اور اس کے بعد آنے والے فضائل ان احادیث سے ماخوذ ہیں جو حدیث، صحیح کے معیار کی نہیں ہیں بلکہ بعض تابعین (رحمہم اللہ) کے آثار ہیں۔ چونکہ فضائل کے باب میں اس قسم کی احادیث بھی مقبول ہوتی ہیں اس لیے ہم یہاں انھیں درج کر رہے ہیں۔

---

[1] بخاری کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار [2] مسند احمد ج: ۱، ص: ۲۹۱، فتح الباری ج: ۱۰، ص: ۱۷۶ [3] فتح الباری ج: ۱۰، ص: ۱۷۶ [4] اخبار مکہ ج: ۲، ص: ۴۵ [5] ازالۃ الدھش والولہ ص ۵۲

فاکہی نے مکحولؒ سے روایت کیا ہے

عن مکحول التابعی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النظر فی زمزم عبادۃ وھی تحط الخطایا [1]	مکحول تابعیؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آبِ زمزم کو دیکھنا عبادت ہے اور یہ گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے

خمس من العبادۃ النظر الی المصحف والنظر الی الکعبۃ والنظر الی الوالدین والنظر فی زمزم وھی تحط الخطایا والنظر فی وجہ العالِم [2]	پانچ چیزوں کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (۱) قرآن کو دیکھنا (۲) کعبۃ اللہ کو دیکھنا (۳) والدین کو دیکھنا (۴) زمزم کو دیکھنا جو کہ گناہوں کو ختم کرتا ہے (۵) عالمِ دین کے چہرہ کو دیکھنا،

زمزم کو دیکھنا عبادت ہے یہ روایت ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں وہب بن منبہ تابعی سے بھی نقل کی ہے۔[3] ملا علی قاری رحمہ اللہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

آبِ زمزم کو دیکھنا صرف اس صورت میں عبادت ہوگا جب اس سے قربت مراد ہو۔ عام طور پر دیکھنا عبادت نہ ہوگا۔[4]

پھر اس عبادت پر ثواب بھی دیا جائے گا۔ کیونکہ دیکھنے والے کا یہ عمل عبادت ہے۔[5] یہ عمل عبادت اس طرح ہے کہ جب دیکھنے والا اسے دیکھتا ہے تو اس بات پر غور کرتا ہے کہ یہ پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے پھر ان فضائل پر بھی غور کرتا ہے جو اس پانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مخصوص کیے ہیں جن کی بناء پر اس کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوتی ہے پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت سمجھ کر اسے پیتا ہے اور پیتے وقت اللہ تعالیٰ سے دُنیا و آخرت کی بھلائی کی دُعا بھی کرتا ہے اور اس دُعا کی قبولیت کا بھی یقین رکھتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں

---

[1] اخبار مکہ ج:۲، ص:۴۱ - وھو حدیث مرسل [2] جامع الصغیر للسیوطی ص:۲۰۴ [3] حلیۃ ج:۴، ص:۶۳

[4] مناسک ملا علی قاری - ص:۳۳۰ [5] فیض القدیر - ج:۶ ص:۲۹۹ -

فرمایا ہے" ماءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَہٗ " یعنی آبِ زمزم ہر اس مقصد و حاجت کے لیے ہے جس کی وہ پیتے وقت نیت کرے، لہٰذا اس کا یہ دیکھنا غور کرنا، دُعا، پڑھنا عبادت بن گیا جس کی وہ اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی اُمّید رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آبِ زمزم پینا گناہوں کے لیے کفارہ ہے

روی عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم من طاف بھذا البیت اسبوعا وصلی خلف المقام رکعتین وشرب من ماء زمزم غفرت لہ ذنوبہ بالغة ما بلغت[1]	حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس کسی نے ہفتہ وار بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور آبِ زمزم پیا تو اس کے تمام گناہ بخش دیے گئے۔

گزشتہ فضیلت کے بیان میں کئی احادیث گزر چکی ہیں کہ آبِ زمزم گناہوں کو مٹاتا ہے اس سے گناہ جھڑتے ہیں، تو مندرجہ بالا حدیث مجموعی طور پر اگرچہ درجۂ قبول کو نہیں پہنچی، لیکن فضائل کے ابواب میں چونکہ اس کی گنجائش ہوتی ہے اس لیے ہم نے درج کر دی۔ نیز تمام محدّثین اور فقہاء کا قول ہے کہ فضائل اور ترغیب و ترہیب کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل جائز اور مستحب ہے بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو[2]

شکم سیر ہو کر آبِ زمزم پینا ایمان کی علامت ہے

عن ابن عبّاس رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم قال ان آیة ما بیننا وبین المنافقین انھم لا یتضلعون من زمزم[3]	حضرت ابن عبّاسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، ہمارے اور منافقین کے درمیان نشانی اور علامت یہ ہے کہ وہ خوب شکم سیر ہو کر آبِ زمزم نہیں پیتے۔

---

[1] المقاصد الحسنة للسخاوی ص۳۴۱ ورواہ الدیلمی فی مسندہ، [2] الاذکار للنووی ص۷ [3] سنن ابن ماجہ باب الشرب من زمزم قال فی الزوائد اسنادہ صحیح، سنن دار قطنی ج:۲، ص۲۸۸، المستدرک ج:۱ ص:۴۷۲ ورمز لہ السیوطی فی الجامع الصغیر ج:۱ ص۶ بالصحة وقال ابن حجر الهیتمی فی تطہیر الجنان ص:۲۲ لہ طرق یفید مجموعھا الحسن

مُرسلہ : ڈاکٹر محمد امجد

مکتُوبِ مَدَنیؒ

شیخ الاسلام مولانا سید حُسین احمد مَدَنی رحمہ اللہ

جناب مجتبٰی حسین صاحب جہان آباد، رائے بریلی (اودھ) کے نام

محترم المقام زید مجدکم، السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف؟ والا نامہ ریل کی روانگی کے بعد میں نے دیکھا، افسوس کہ وہاں اتنی فرصت نہ مل سکی کہ آپ سے باتیں کرتا، آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر شئے کے لیے دو چیزیں ہیں، ایک اسم، دوسرا مسمّٰی، حقیقی کمالات مسمّٰی یعنی ذات اور شخص میں ہیں جن کا نام مثلاً عبداللہ ہے۔ اس کو مسمّٰی کہا جاتا ہے۔ وُہی قُوّت رکھنے والا اور وہی سُننے والا ہے، اسم یعنی نام میں دراصل کوئی کمال اور قوّت نہیں ہے، مگر مسمّٰی کی طاقت کا اثر اسم میں کم و بیش آتا ہے۔ شہنشاہ کا نام بھی اگر لے لیا جاتا ہے تو لوگ کانپ اُٹھتے ہیں اگر مجمع میں کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں صاحب نواب صاحب کے ندیم یا غلام یا بیٹے ہیں لوگ مرعُوب ہو جاتے ہیں اور اس نام کی وجہ سے تعظیم وتکریم کرنے لگتے ہیں مگر حقیقت میں یہ بھی اثر مسمّٰی ہی کا ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ فلاں بادشاہ یا فلاں حاکم کا نام حکومت کرتا ہے ،، الغرض نام اور اسم میں بھی تاثیر اور قُوّت ہوتی ہے مگر بہ نسبت مسمّٰی کے بہت کم ہوتی ہے اور مسمّٰی ہی سے آتی ہے۔ لفظ اللہ یا رحمٰن یا رحیم وغیرہ جناب باری تعالیٰ کے نام ہیں، ان ناموں میں بھی قوّت اور تاثیر ہے ان ناموں کی بھی تقدیس اور تنزیہہ اور ذکر کا حکم کیا گیا ہے ان ناموں کو زبان سے یا دل سے یا سانس سے یاد کرنا، بار بار لینا اثر پیدا کرتا ہے اور مسمّٰی کی طرف کھینچتا بھی ہے مگر حقیقی کمالات لفظ اللہ اور رحمٰن وغیرہ کے مسمّٰی میں ہیں جو کہ بیچوں و نیچگوں ہے اس کے مثل کوئی چیز نہیں، لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وہ نُور ہے، نار سے پاک ہے، نُور و نار اسی کے پیدا کیے ہُوتے ہیں،

وہ جسم اور مادہ صُورت اور شکل، رنگت اور رُوپ سب سے منزہ ہے۔ یہ سب چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، وہ مکان اور زمان جہت اور جانب، دائیں بائیں، آگے، پیچھے، آسمان وزمین سب سے منزہ اور بلند ہے، یہ سب چیزیں محدُودات کے لیے ہیں اجسام کے لیے ہیں وہ لا محدود اور غیر مجسم ہے۔ یہ چیزیں کمزوری کی وجہ سے ہیں، وہ ہر قسم کی کمزوریوں سے پاک اور اعلیٰ ہے، وہ سب جگہ ہے اور کسی جگہ مقید نہیں ہے وہ سب کو دیکھتا ہے اور سُنتا ہے اور کوئی اس کا احاطہ نہیں کر سکتا، وہ سب سے قوی تر اور بلند ہے، کوئی اس جیسی قدرت اور بلندی نہیں رکھتا، وہ ہر قسم کی شوکت اور عظمت رکھتا ہے کوئی اس کے سامنے شوکت اور دبدبہ نہیں رکھتا ہے وہ سب کے قریب ہے مگر ہر مکان سے منزہ ہے اس کے سوا جو کچھ ہے مخلوق اور اس کا محتاج حادث اور فانی ہے، وہ سب کا پیدا کرنے والا، سب سے مستغنی ابدی اور ازلی ہے، اب تک جو کچھ آپ ذکر کرتے رہے اور جس قدر بھی آپ نے یاد کی ہے، اس ذاتِ مقدّسہ کے نام اور اسم کی کی ہے اور چونکہ اس کے نام میں بھی بہت زیادہ کمالات اور قُوّتیں ہیں، اس لیے اس کے آثار بحمداللہ ظاہر ہو رہے ہیں، شکر کیجیے میرے محترم! اب آپ کو اصل اصُول[1] اور حقیقت الحقائق کی طرف توجّہ کرنا چاہیے، اگرچہ اس کے نام کی طرف توجّہ کرنا بھی اسی کی طرف توجّہ ہے جیسے کہ بادشاہ کے غُلام یا بیٹے کی تعظیم وتکریم ہے مگر بالواسطہ اور بلاواسطہ میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ آپ مسمیّٰ اور ذاتِ مقدّسہ کی طرف توجّہ کریں، قرآن شریف میں فرمایا جاتا ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ وہ ذات مقدّسہ اپنی حشمت اور جلال اور اپنے تمام حقیقی کمالات کے ساتھ جہاں بھی تم ہو، تمہارے ساتھ ہے روزانہ ایک گھنٹہ کسی معیّن وقت میں اس دھیان کو باندھے اور اس تصوّر وخیال کو پیدا کر کے اس قدر بڑھائیے کہ دائمی ہو جائے، اسی کو مراقبہ کہتے ہیں، وہ اذکار جو کہ اسماء کے ہیں، خواہ قلبی ہوں یا نفسی یا لسانی، ان کو اس مراقبے کے لیے مؤید بنائیے۔ اگر تسبیحات اور وہ اذکار جو پورے ہو سکیں تو بہتر ہے اور اگر اس کے کرنے کی وجہ سے ان میں کوئی کمی

---

[1] اس مکتوب گرامی میں حضرت امام العصرؒ نے ایک اصطلاحی لفظ حقیقۃ الحقائق استعمال فرمایا ہے جس کو صُوفیہ "حضرت الجمع" اور "حضرت الوجود" سے تعبیر فرماتے ہیں۔ مراد مسمّیٰ اور ذاتِ مقدّسہ کی طرف کلیۃً متوجہ ہونا ہے، جو کہ مرتبۂ احدیت جامعہ جمیع حقائق ومعارف ہے جس کو حضرت امام العصرؒ نے اس مکتوبِ گرامی میں اچھی طرح واضح فرما دیا ہے۔

وقت کی وجہ سے ہو تو حرج نہیں ہے۔ نہ مقصودِ اصلی ہے، ان میں تسبیحاتِ ستہ یا اور کسی ذکر کو کم کر دیں، مگر اِس مراقبے میں کوتاہی نہ کریں دعواتِ صالحہ سے اس رُوسیاہ کو بھی یاد کر لیا کریں۔

والسّلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مراقبہ کی یہ کیفیّت اُمید افزا ہے، اللہ تعالیٰ اور ترقی عطا فرمادیں، ذات باری عزوجل تمام رنگ و رُوپ جسمانیت اور مادیّت سے منزہ اور پاک ہے اور تمام کمالات اور بڑائیوں کے ساتھ موصوف ہے اَب آپ یہ دھیان باندھیں کہ یہ ذاتِ مقدّسہ اپنی عظمت اور جلال اور تمام پاکیزیوں کے ساتھ میرے قلب میں جلوہ افروز ہے، جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (اور تمہاری جانوں میں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ (ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسے اس کا نفس کرتا ہے اور ہم اس سے اس کی رگِ زندگی (حبل الورید) سے بھی زیادہ قریب ہے ، غرضکہ اس ذاتِ مقدّسہ کا بِلاکیف و بلاکم و مقدار اس کی شان و عظمت کے مطابق قلب میں تصوّر کیجیے۔

اتصالِ بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جانِ ناس

اس تصوّر اور دھیان میں پُوری طرح جِدّ و جُہد کیجیے، معیت کا مراقبہ اس کے مخالف نہیں ہے۔قلب میں دھیان اس تصوّر کا پُوری طرح کیجیے... معیت کا مراقبہ اس کے مخالف نہیں ہے قلب میں دھیان اور وجُود کے ساتھ معیت لازمی چیز ہے، پاس اَنفاس جاری رہے، کوئی حرج نہیں ہے اس کو مت روکیے اب آپ کی توجّہ اصلی اس دھیان کی طرف پُوری طرح رہنی چاہیے۔ پاسِ اَنفاس اور دوسرے اذکار مُمِدّ و مُعاون ہوں گے، مگر اصلی مقصُود یہ مراقبہ اور اس کا دوام ہے، لذّت حاصل ہو یا نہ ہو، حرکت جسم میں پیدا ہو یا نہ ہو، ان چیزوں کو مقصُود نہ سمجھنا چاہیے، ذات مقدسہ جل وعلیٰ شانہٗ کی حضوری اور اس کی رضا و خوشنودی غرض اصلی ہے اس کے لیے تمام سعی اور کوشش جاری رہنی چاہیے۔ اصلی ذکر یہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو یہ نعمت مکمّل طور پر عطا فرمادیں، حسبِ ارشاد سرور حسین صاحب کے لیے دُعا کرتا ہوں، جو لذتیں یا حرکتیں وغیرہ معلوم ہوتی ہیں بہتر ہیں، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے، مقصُود کے لیے وسائل ہیں، دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسّلام : ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

اصلاحی مکتوب

مولانا عاشق الٰہی صاحب مدینہ منوّرہ

ایمان و کفر کی ہمیشہ سے جنگ رہی ہے۔ دُشمنانِ اسلام نے کبھی بھی اسلام اور مسلمان کے مٹانے کی کوشش میں کوئی کمی و کوتاہی نہیں کی، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد ہوتی رہی، اسلام پھلتا پھولتا رہا۔ پورے عالم میں پھیل گیا، گو مسلمانوں کے فسق و فجور کی وجہ سے اُن کے بعض ممالکِ مفتوحہ ان کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ اسلام برابر پھیل رہا ہے۔ یورپ و امریکہ فرانس و جرمنی بلکہ ہندوستان تک میں روزانہ کتنے ہی افراد مسلمان ہو رہے ہیں۔ چرچ بک رہے ہیں اور مسجدیں بن رہی ہیں۔ یہود اور نصاریٰ اور ہنود اور دوسری اقوام گٹھ جوڑ کر کے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے متفق و متحد ہیں۔ جو لوگ نام کے مسلمان ہیں وہ ان دُشمنانِ دین سے دوستی بھی رکھتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا ہے۔ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں) اور یہ بھی فرمایا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَأْلُوْنَکُمْ خَبَالًا" (اے ایمان والو! اپنے علاوہ دوسروں کو رازدار مت بناؤ، وہ کبھی بھی تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کر سکتے) اللہ تعالیٰ کا تو یہ فرمان ہے لیکن جن کو مال اور اقتدار سے محبت ہے وہ اسلام کے دعویدار ہوتے ہوئے بھی کافروں کے ایجنٹ بنتے ہیں اُن کے ساتھ خلا ملا رکھتے ہیں۔ ان کے دبانے سے دبتے ہیں اور اُن کا ہر حکم مانتے ہیں۔ اسلام کا دعوٰی اور اسلام سے غدّاری یہ دُنیا کی محبّت کا نتیجہ ہے دُنیا جاہ و مال کا نام ہے جن کو آخرت کی فکر نہیں ہے وہ دُشمنوں کی خوشامد میں لگتے ہیں اور اُن سے اقتدار کی بھیک مانگتے ہیں۔ دُشمن ذرا سا ٹکڑا دے دیتے ہیں اور اسلام اور مسلمان کے خلاف ان اقتدار کے بھوکوں کو استعمال کرتے ہیں۔ دُشمنوں نے بلایا کہ آجاؤ تو فوراً چاپلوسی کے لیے خدمت میں حاضر ہو گئے۔ دُشمنوں نے کہا کہ مجاہدین کو فلاں جگہ سے واپس بلا لو تو کہہ دیا کہ "ابّا جی اچھا" دُشمنوں نے کہا کہ اسلامی مدرسوں کو بند کر دو تو اسکی بھی ہاں کر لی۔ دُشمنوں نے کہا کہ عُلماء طلباء

اور صلحا کو دہشت گرد مشہور کردو تو اس کی بھی فرماں برداری کا دم بھر لیا۔ ایسے اقتدار والے ذلیل نہ ہوں گے تو کیا ہوگا ؟

صدیوں سے اسلامی جہاد کا سلسلہ منقطع تھا، جہاں کہیں کوئی آدمی مُسلمانوں کے ملکوں میں صاحبِ اقتدار ہُوا اس پر فوراً دُشمنوں نے ہاتھ رکھا اور فری میسن کا ممبر بنایا اور اسلام کے خلاف استعمال کیا۔ ان لوگوں نے اسلام کا دعوٰی کرتے ہُوئے دُشمنوں کی بات مانی، اسلام کا کاٹ کیا اور دینی مدارس کو ختم کیا اور رہے پھر بھی مسلمان۔ دیکھو ترکیا لیبیا سوریا الجیریا کا کیا حال ہے ؟ دینی مدارس بند ہیں۔ عُلما پیدا نہیں ہوتے حافظ قاری نہیں بنتے بس اتنی سی اجازت ہے کہ مسجدوں میں نماز پڑھ لیا کریں۔ دُشمن چاہتے ہیں کہ پاکستان کا بھی یہی حال ہوجائے اور دُشمنوں کے پروردہ اصحاب اقتدار ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور جو کچھ دُشمن کہیں وہ سب کچھ کرنے کو تیار رہیں۔ حقیر دُنیا کے لیے اسلام سے دُشمنی کرنا یہ بہت بڑی نادانی ہے۔

دیکھیے افغانستان میں جہاد ہو رہا ہے۔ اسلام کو آگے بڑھانے والے اور احکامِ اسلام کا نفاذ کرنے والے برابر پیش قدمی کر رہے ہیں۔ یہ بات یہود و نصارٰی اور مشرکین کو کھل رہی ہے اور سب مل کر ایسے شخص کی امداد کر رہے ہیں جو طالبان کا باغی ہے اور نام کا مُسلمان ہے۔ اوّل تو جو شخص امداد لیتا ہے وہ غور کرے کہ میں اسلام قائم کرنے والوں کا مقابلہ اور ان سے قتال کرنے کے لیے کافروں سے کیوں امداد لوں بلکہ ان لوگوں سے کیوں لڑوں جو اسلام کا نفاذ کرچکے ہیں اور یہ بات ساری دُنیا کے لیے قابلِ غور ہے کہ طالبان سے جو نام نہاد مُسلمان جنگ کر رہے ہیں اُن کو سب کافر مل کر کیوں مدد دے رہے ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم مُسلمان نہیں وہ تو طالبان کے دُشمن ہیں ہی۔ بہت سے وہ فرقے جو اسلام کے مدعی ہیں اور حقیقت میں مُسلمان نہیں جیسے قادیانی اور وہ لوگ جو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بُرا کہتے ہیں اُن کو بھی یہ بات ناگوار ہے کہ طالبان فتح یاب ہوں اور اسلامی نظام نافذ کریں۔ کافروں کا یہ آپس کا گٹھ جوڑ بتا رہا ہے کہ اس وقت انھیں جہاد تو کھل ہی رہا ہے مُسلمانوں کی بقا اور اسلام کا پھیلاؤ بھی ان کو سخت ناگوار ہے جو لوگ مسلمانوں میں اس وقت اقتدار پر ہیں ان پر لازم ہے کہ اس بارے میں فکر مند ہوں کافروں کو مُنہ نہ لگائیں اور ان کے حوصلے نہ بڑھائیں۔ دُشمنوں نے جو چودھراہٹ سنبھالی ہُوئی تھی اور مُسلمانوں کو اپنے ماتحت ہی رکھنا چاہتے تھے اب اُن کی چودھراہٹ ختم ہو رہی

ہے اور اب ان شاء اللہ تعالیٰ اسلام ہی کا بول بالا ہو گا جو اقتدار پر آئیں اس میں روڑے نہ اٹکائیں۔ یوم آخرت کی حاضری کا خیال کریں۔

دشمنان اسلام نے جو بین الاقوامی ادارے قائم کیے ہیں مثلاً یو۔این۔او اور سلامتی کونسل اور جنیوا کانفرنس سب مُسلمانوں کو اپنے قابو میں کرنے اور اسلام کے قوانین کے نفاذ کو روکنے کے لیے قائم کیے ہیں، جب مُسلمان ان معاہدوں میں بندھ گئے تو اسلام کے مطابق اپنے ممالک کو چلانے سے عاجز ہو گئے۔ ان اداروں کی یہ بے انصافی تو دُنیا کو معلوم ہے کہ جب مسلمانوں اور غیر مسلموں میں جنگ ہو اور مسلمان پیش قدمی کرنے لگیں تو فوراً اقوامِ متحدہ آگے بڑھ کر قانون
اور دونوں لشکروں کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کرتی ہے اور جب غیر مسلموں کا لشکر آگے بڑھتا ہے اور مسلمانوں کو شکست ہونے لگتی ہے تو یہ فیصلے کرنے والے گونگے ہو کر بیٹھے رہ جاتے ہیں، مُسلمانو! کب تک کافروں کا کھلونا بن کر رہو گے... ثابت قدم رہو۔ اللہ تعالیٰ کا دین بلند کرنے کے لیے مرو اور جیو!

جناب پرویز مشرف صاحب (اللہ تعالیٰ خیر کے کاموں میں اُن کی مدد فرمائے) اور جناب صدر صاحب اپنے اس موجودہ اقتدار سے فائدہ اُٹھائیں، کافروں سے جان چھڑائیں جن لوگوں نے دُشمنوں سے قرضے لے کر ملک کو تباہ کیا ہے اور قرضے لے کر خود کھا بیٹھے اور ملک کی مالیات میں خیانت کر کے باہر کے ملکوں میں اکاؤنٹ جمع کیے ہیں اور جعلی رسیدیں بنا کر اموال پہ قابض ہوئے ہیں ان سب سے پُورے مقبوضہ اموال واپس لیں اور عامۃ المسلمین سے ڈونیشن حاصل کر کے دُشمنان اسلام کے سارے قرضے اُتار دیں اور دُشمنانِ اسلام سے جان چھڑا لیں (ایک مرتبہ قرضہ اُتارنے کے لیے مُسلمانوں سے چندہ کیا گیا تھا وہ رقوم کیا ہُوئیں وہ بھی برآمد کی جائیں) اگر دُشمن مقاطعہ کر دیں استعمالی چیزیں یا کھانے کی اشیاء سپلائی کرنا بند کر دیں تو خوشی سے قبول کریں اپنے ملک کی پیداوار سے کام چلائیں کم کھائیں، گھٹیا پہنیں مگر دُشمنوں کے پھندے سے نکلیں، جناب پرویز صاحب اور تارڑ صاحب اسلامی نظام نافذ کریں اور سب عوام اسے خوشی سے قبول کریں جو مخالف ہو وہ علی الاعلان کہہ دے کہ میں قرآن کو نہیں مانتا اور صاف صاف کہہ دے کہ مُسلمان نہیں ہوں إن أريد إلّا الإصلاح ما استطعت وما توفيقي إلّا بالله عليه توكلت وإليه أنيب۔

(قسط : ۱)

الجہاد فی الاسلام

میدانِ کارزار میں مجاہدین کی اخلاقی تربیت کا ایک روحانی منظر

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

دُنیا میں کوئی فوج فاتحانہ جوش میں میدانِ جنگ کا رُخ کرتی ہے تو اس کے دل کو مختلف طریقوں سے گرمایا جاتا ہے، طبل و قرنا کی ہنگامہ خیز صدائیں اس کا خیر مقدم کرتی ہیں۔ سپہ سالاروں کی فصاحت اور رجز خوانوں کی آتش بیانی اسے گرم جوشی کے ساتھ رُخصت کرتی ہے، علم و پرچم لہرا لہرا کر انسانی آتش غضب کو بھڑکاتے ہیں وطن پرستی کی مقدس قسمیں دی جاتی ہیں۔ قوم پرستی کا حلف اُٹھایا جاتا ہے اور قدیم کارنامہ ہائے شجاعت ایک ایک کر کے یاد دلائے جاتے ہیں۔

انہیں چیزوں کا پیدا کیا ہُوا جوش میدان جنگ میں سنگ دِلی بے رحمی، قساوت اور وحشت و درندگی کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور جب کسی شہر سے ٹکراتا ہے، تو اس کو چور چور کر دیتا ہے۔

اسلامی نوجوانوں کی حالت

لیکن اسلامی فوجوں کی حالت تمام دُنیا کے فوجی نظام سے بالکل مختلف تھی، نہ تو دہل و طبل نے اس کا دل بڑھایا، نہ اس کے سامنے آتش بیانیوں کی آگ بھڑکائی گئی۔ نہ سُرخ و سبز جھنڈیوں کے سائے کے نیچے اس کی نمائش کی گئی۔ نہ اس کے سامنے وطن پرستی کے ترانے گائے گئے۔ نہ اس کے دلوں میں قومیّت کی یاد تازہ کرائی گئی، اور نہ عرب کی قدیم شجاعت کی داستانوں سے اس کے خُون کو گرمایا گیا۔ وہ خُدا کی یاد میں حق و صداقت کے عشق میں خُدا کا نام لے کر اُٹھی اور قوموں اور فوجوں کے بے شمار نسلی و مُلکی مقصدوں کی جگہ

صرف ایک مقصد روحانی اپنے سامنے رکھا۔ لیکون کلمۃ اللہ علیا ، "تاکہ اللہ کا کلمہ سر بلند ہو۔

مجاہدین کے لیے دستور العمل

وہ صرف ایک اخلاقی دستور العمل لے کر میدانِ جنگ کی طرف بڑھی۔

اغزوا باسم اللہ فی سبیل اللہ اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا۔ (صحیح مسلم)

خدا کی راہ میں خدا ہی کا نام لے کر لڑنا، خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا دشمن کے ہاتھ پاؤں ناک کان نہ کاٹنا، بچوں کو قتل نہ کرنا آسانی پیدا کرنا، دشواری نہ پیدا کرنا، لوگوں کو اطمینان دلانا، مفتوحوں کو وحشت زدہ اور غیر مطمئن نہ کر دینا۔

یسروا ولا تعسروا اوسکنوا ولا تنفروا (صحیح مسلم)

استودع اللہ دینکم وامانتکم وخواتیم اعمالکم (ابوداؤد و کتاب الجہاد)

میں تمہارے دین کو تمہاری امانت کو، تمہارے نتائج اعمال کو خدا کے سپرد کر کے تمہیں میدانِ جنگ میں جانے کے لیے رخصت کرتا ہوں۔

انطلقوا باسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ لا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا ولا صغیرًا ولا امرأۃً ولا تغلوا غنائمکم واصلحوا واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد)

خدا کا نام لے کر اور رسول اللہ ؐ کے مذہب کے پابند ہو کر میدانِ جنگ میں جاؤ، بڈھوں کو بچوں اور لڑکوں اور عورتوں کو ہرگز قتل نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، مال غنیمت کو متفقہ طور پر جمع کرنا، اصلاح اور احسان کرنا، خدا احسان کرنے والوں ہی کو دوست رکھتا ہے۔

اطاعت احکام کا مقصد

یہ احکام اگرچہ خود اپنے اندر روحانی طاقت رکھتے تھے، لیکن امیر العسکر کے احکام کی پابندی اس

طاقت میں اور بھی اضافہ کر دیتی تھی۔ اس لیے اس کی اطاعت کے متعلق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خاص طور پر حکم دیا، اس اطاعت کا مقصد جاہ و اقتدار کا قائم رکھنا نہ تھا، بلکہ محض اس شر و فساد کا مٹانا جو فوجوں کے ذریعہ عموماً خدا کی زمین میں پھیلتا رہا ہے۔

ومن غزا فخرا وریاء سمعة وعصی الامام وافسد فی الارض فانه لم یرجع بالکفاف (ابو داؤد کتاب الجہاد)

جو شخص فخر پرستی و نام و نمود کے لیے لڑا، اور امام کی نافرمانی کی اور خدا کی زمین میں فساد پھیلایا تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ وہ جہاد کے ثواب سے خالی ہاتھ واپس آیا۔

مخالفت امیر

چنانچہ جب کسی امیر العسکر نے صرف اجتہاد اقتدار کے لیے مجاہدین کو کوئی حکم دیا تو فوج کے اکثر حصے نے اس کی مخالفت کی اور جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے اس کو حق بجانب فرمایا۔

ایک مرتبہ ایک امیر فوج نے آگ روشن کی اور فوج کو اس میں جانے کا حکم دیا۔ فوج کے ایک حصّے نے اس میں جانا چاہا، لیکن دوسرے فریق نے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو آگ ہی (دوزخ) سے بھاگ کر آتے ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خبر ہوئی تو فرمایا۔

اگر وہ لوگ ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کے اندر قدم رکھتے تو ہمیشہ آگ (جہنّم) ہی کے اندر رہتے اطاعت گناہ کے کاموں میں نہیں کی جاتی، اطاعت کا تعلّق صرف نیک کاموں سے ہے۔ (ابو داؤد کتاب الجہاد) لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق

جزئی فروگزاشتوں پر تنبیہ

یہ اخلاقی احکام اور اخلاقی اطاعت اگرچہ قدم قدم پر مجاہدین کے لیے زنجیرِ پا بن گئی تھی، لیکن جس قوم نے وحشت کدہ عرب میں نشوو نما پائی ہو جس نے صحرائے عرب ہی میں اپنی شجاعت کے جوہر

دکھائے ہوں یا بادیہ نشیں بدوؤں سے سرگرم کارزار رہی ہو، جو بے سروسامان اور فاقہ مست ہوکر گھر سے نکلی ہو، جو ہر طرف سے بغض وانتقام کے جذبات مشتعلہ سے گھری ہوئی ہو اور وہ دفعتًا اس قدر مہذب، سیر چشم اور صلح جو نہیں ہوسکتی کہ اس کے اخلاقی دامن پر ایک دھبہ بھی نظر نہ آئے اس لیے اس سے قدرتی طور پر بعض جزئی فروگذاشتیں ہوئیں لیکن کبھی بھی ان فروگذاشتوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی، بلکہ اُن پر ملامت کی گئی اور عہد نبوّت و خلافت راشدہ ان سے بالکل پاک ہے۔

چنانچہ ایک غزوہ میں کسی عورت کی لاش ملی تو آپؐ نے عمومًا عورتوں اور بچّوں کے قتل کی ممانعت کردی۔ (ابوداؤد)

ایک سفر جہاد میں جب صحابہؓ بھوک کی شدّت سے بے تاب ہوگئے تو اِدھر اُدھر سے کچھ بکریاں لوٹ لائے اور ذبح کرکے ان کا گوشت دیگچیوں میں چڑھا دیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خبر ہوئی تو کمان کے ذریعہ دیگچیاں اُلٹ دیں اور فرمایا۔ لُوٹ کا مال مردار چیزوں سے کچھ بہتر نہیں ہے۔

فوج کے لیے خاص طور پر یہ حکم تھا کہ اگر راستہ میں دُودھ دینے والے مویشی مل جائیں تو اُن کے دُودھ دوہنے کی کسی کو اجازت نہیں۔ سخت مجبوری کی حالت میں اگر مالک موجود ہو تو اس سے اجازت لے لینی چاہیے، ورنہ تین بار بآواز بلند پُکار لینا چاہیے۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد)

اسلامی فوجوں کی روحانیت

ان احکام اور اس روک ٹوک کے علاوہ مجاہدینِ اسلام کی خوش اخلاقی کا ایک اور بھی سبب تھا۔ فتح ممالک کے لیے جو فوجیں روانہ کی جاتی ہیں عمومًا اُن کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے کہ اُن کی تعداد ٹڈی دل کی طرح چاروں طرف اس وسعت کے ساتھ پھیلی جاتی ہیں کہ ان کی جزئی نگرانی رکھنا بالکل ناممکن ہوجاتا ہے لیکن اسلامی فوجوں کی حالت اس سے بالکل مختلف تھی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اقامت صلوٰۃ و ایتاء زکوٰۃ کے لیے ان کا ظہور ہوا تھا، اس لیے اُن کا روحانی پلہ جس قدر بھاری تھا اسی قدر اُن کی مادیّت کا وزن ہلکا بھی تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غزوۂ احد میں مجاہدین کی اسی قلت تعداد کو دیکھ کر خدا کی غیرت ورحمت کو ان پُرحسرت الفاظ میں جوش دلایا تھا۔

اللّٰھم لك ان تشاء لا تعبد فی الارض (مسلم جلد ۲ ص۶۵)

خداوندا! کیا تیری یہی مرضی ہے کہ زمین پر اب تیری عبادت کرنے والے
چند اشخاص بھی باقی نہ رہیں۔

فوج کی اخلاقی نگرانی

غزوہ بدر میں مجاہدین کی تعداد صرف ۳۱۴ تھی۔ اسلامی فوج کا سب سے بڑا اجتماع فتح مکہ میں ہُوا تھا، لیکن وہ بھی دس ہزار سے متجاوز نہ تھا۔ (مسلم) پس قلّت تعداد کی وجہ سے ایک محدود فوج کی اخلاقی نگرانی نہایت آسانی کے ساتھ ہوسکتی تھی، تاہم فوج کی ایک عام خصوصیّت یہ ہے کہ وہ میدان جنگ میں جس قدر منظّم اور مرتّب طور پر دوش بدوش کھڑی ہوکر لڑتی ہے، اسی قدر منزل پر پہنچ کر غیر منظّم طریقے سے منتشر ہو جاتی ہے۔ یہ وقت عموماً کھانے پینے اور گھومنے پھرنے کا ہوتا ہے۔ فوجیں اکثر اسی حالت میں ظلم و تعدی نہب و سلب اور لوٹ مار کرتی ہیں۔ ایک غزوہ میں مجاہدین کا گروہ ہر طرف پھیل گیا، اور لوٹنا چاہا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معلوم ہُوا تو منادی کرادی۔

من ضیق منزلا او قطع طریقا فلا جهاد له (بخاری جزء ۵ ص ۱۳۶)

جس شخص نے منزل کو گھیر لیا، یا دوسروں کے لیے جگہ نہ چھوڑی اور
رہزنی کی تو اس کا جہاد جہاد نہیں۔

پھر بالکل اس کی ممانعت فرمادی۔

ان تفرقكم فى هذه الشعاب والاودية انما ذلك من
الشيطان۔

ان گھاٹیوں اور ٹیلوں میں جو تم پھیل جاتے ہو، تو یہ شیطانی کام ہے

اس کے بعد فوج کے نظام ترتیب نے جو ترقی کی اس کو اسی روایت میں نہایت جامع الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے۔

فلم ينزل بعد ذلك منزلا الا انضم بعضهم الى بعض
حتى لو بسط عليهم ثوب لعمهم (ابوداؤد)

اس کے بعد جب آپؐ نے پڑاؤ ڈالا تو مسلمان باہم اس قدر ملے جلے

یکجا نظر آتے تھے کہ اگر اُن کے اُوپر ایک چادر تان دی جائے تو سب اس کے نیچے آجاتے۔

اخلاقی طاقت

دُنیا نے آج نظامِ ترتیب قواعد میں اس قدر ترقی کی ہے، کہ پچھلے انتظامات اس کے آگے وحشیانہ تفرقہ وانتشار معلوم ہوتے ہیں، لیکن آج بھی کوئی منظّم سے منظّم اور مہذّب سے مہذّب فوج ایسی پیش کی جاسکتی ہے جو فتح و مُراد کی حالت میں اس قدر باقاعدہ طور پر یکجا رہتی ہو اور پھر اس درجہ اپنے افسر کی مطیع ہو کہ ایک سپاہی بھی قیام گاہ سے حرکت نہ کرے۔

لیکن اس زجر و توبیخ کے ساتھ ایک دوسری طاقت بھی ہے جو مجاہدینِ اسلام کو جادۂ اعتدال و صراط مستقیم سے آگے بڑھنے نہیں دیتی تھی۔ اسلام جابرانہ قوانین اور اقتدارانہ احکام کا مجموعہ نہیں ہے اس کا نظامِ تعلیم تمام تر اخلاقی رُوح سے لبریز ہے۔ جن احکام کو ہم اسلام کا سادہ قانون کہتے ہیں وہ بھی اخلاقی رنگ کی آمیزش سے خالی نہیں، اس لیے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مجاہدینِ اسلام کو صرف اخلاقی طاقت ہی سے ان احکام کو پابند کرنا چاہتے تھے، چنانچہ سفرِ جہاد میں جب کبھی اخلاقی نصائح کا جزئی سے جزئی موقع بھی پیش آجاتا تھا تو آپؐ اس کے ذریعہ مجاہدین کو رفق و ملاطفت اور نرمی و رحم دلی کی تعلیم دیتے تھے۔

سرورِ کائناتؐ کی نرمی و رحم دلی

ایک سفرِ جہاد میں صحابہؓ کسی چڑیا کے دو بچّے پکڑ لائے چڑیا نے دیکھا تو فرطِ محبت میں بے اختیارانہ بچّوں کے سر پر منڈلانے لگی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نگاہیں پڑیں تو فرمایا

اِس چڑیا کا دل کس نے دکھایا ہے، اس کے بچّوں کو چھوڑ دو"۔ پھر دوسری طرف نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ میدان میں چیونٹیوں کے گھر میں کسی نے آگ لگا دی ہے۔ آپ نے پُوچھا کہ ان چیونٹیوں کے گھر کو کس نے جلایا ہے؟

صحابہؓ نے کہا کسی خاص آدمی نے ایسا نہیں کیا، ہم سب نے اس کو برباد کر دیا ہے۔

فرمایا "آگ کا عذاب صرف خُدا ہی دے سکتا ہے"۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ــــ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذاتی طرزِ عمل اس سے بھی زیادہ مؤثر تھا۔ یہودیوں نے آپ کو زہر دیا، لیکن آپ نے انتقام نہیں لیا۔ ایک کافر نے حالت خواب میں آپ پر حملہ کرنا چاہا، آپؐ بیدار ہو گئے اور اُس کا حملہ ناکام رہا، تاہم اس کو کوئی سزا نہ دی۔ (بخاری جز ۵ ص ۱۵ کتاب الجہاد)

اس احتساب و مراقبہ کی بناء پر جن غزوات میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم شریک ہوئے تھے۔ ان میں مجاہدینِ اسلام جادۂ اخلاق و انسانیت سے سرِمُو بھی تجاوز نہیں کرتے تھے، لیکن جن غزوات میں فوج کا سررشتہ نظام صرف امیر العسکر کے ہاتھ میں ہوتا تھا وہ بھی آپؐ کی اخلاقی نگرانی سے خالی نہیں ہوتے تھے آپ نے قبیلۂ خثعم کی طرف فوج کا ایک دستہ روانہ کیا۔ معرکۂ کارزار گرم ہوا تو چند آدمی جان بچانے کے لیے یا اس لیے کہ وہ حقیقتاً مسلمان تھے سجدے میں گر پڑے تمام فوجیں انہی لوگوں کی طرف جھک پڑیں اور اُن کے جھکے ہوئے سروں کو نہایت آسانی کے ساتھ تہ تیغ کر دیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معلوم ہوا تو آپؐ نے نصف دیت دلائی۔ (ابو داؤد ج ۱، ص ۳۵۴)

ایک بار آپؐ نے قبائل حرقات کی طرف ایک سریہ بھیجا، فوج نے حملہ کر کے ایک آدمی کو گھیر لیا، وہ کلمہ توحید پڑھنے لگا، لیکن مجاہدین کی تلوار نے اس کا فیصلہ کر دیا۔ آپؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا۔

قیامت میں اس خون کا ذمّہ دار کون ہوگا؟"

اسامہ بن زیدؓ نے کہا" وہ حقیقتاً مسلمان نہیں ہوا تھا، جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ دیا تھا۔"
آپؐ نے برہم ہو کر فرمایا" کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا؟ (ابو داؤد ج ۱ ص ۳۵۴ کتاب الجہاد)

تربیت یافتگانِ نبوّت کا تدین

اس اخلاقی احتساب و مراقبہ نے مسلمانوں کو جس قدر خوش اخلاق، متدین اور فیاض طبع بنا دیا تھا، اس کی تصدیق متعدّد واقعات سے ہوتی ہے۔

حضرت مقدادؓ ایک بار قضائے حاجت کے لیے گئے تو دیکھا کہ ایک چوہا اپنے بل سے اشرفیاں نکال نکال کے باہر رکھتا ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ اُس نے اٹھارہ دینار نکالے حضرت مقدادؓ انھیں اُٹھا لائے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں میں ڈال دیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ کہہ کر" خُدا تمہارے اس مال میں برکت دے" وہ اشرفیاں اُن کے حوالے کر دیں۔ (ابو داؤد ج: ۲، ص: ۳)

ایک مرتبہ حضرت سوید بن غفلہ حضرت زید بن صوحان اور حضرت سلیمان بن ربیعہ ایک ساتھ جہاد کی

غرض سے روانہ ہوئے راستہ میں ایک کوڑا پڑا ہوا پایا، حضرت سویدؓ نے اُٹھالیا۔ دونوں ساتھیوں نے ٹوکا، لیکن اُنھوں نے کہا:

> مَیں اس کے مالک تک پہنچانے کی کوشش کروں گا ناکامیابی ہوگی تو اس سے خود فائدہ اُٹھاؤں گا۔

جہاد سے پلٹ کر اُنھوں نے حج کا سفر کیا، حج سے فارغ ہوکر مدینہ آئے اور حضرت ابی بن کعبؓ سے کوڑے کا واقعہ بیان کیا۔ اُنھوں نے کہا۔

مَیں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں ایک بار سو دینار پائے تھے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا:

> کہ اس کے مالک کو تلاش کرو، مَیں نے تین چار سال تک ڈھونڈا مگر اس کا پتہ نہ چلا۔ پھر مَیں نے آپؐ سے اس کے متعلّق دریافت کیا تو آپؐ نے کہا کہ تھیلی سمیت گن کر رکھ دو، وہ آئے تو دے دینا، ورنہ تمہارے کام آئے گا۔

(صحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۵۵ کتاب اللقطہ)

سرورِ عالم اور فتوحات

تم وہ تمام احکام و وصایا سُن چکے ہو جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیشہ مجاہدین غزوات اسلام کو دیئے تم نے عہد نبوتؐ کی فاتح افواج و مجاہدین کی اخلاقی حالت بھی دیکھ لی ہے کہ کس طرح اُن کا ہر فرد عین جنگ کی حالت میں بھی ان احکام کی تعمیل کرتا تھا اور ایک ایک مجاہد اخلاق کی وہ عملی طاقت اپنے اندر رکھتا تھا جس کے لیے تیرہ سو برس کی مدنی ترقی کے بعد بھی آج سرزمین تمدّن تشنہ و بے قرار ہے، لیکن درحقیقت تلاش و تفحص کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ اسلام نے جنگ اور خون ریزی کی حقیقت مخزنہ کے اندر جو عظیم الشّان انقلاب پیدا کر دیا اس کے نتائج کا ذخیرہ اس قدر کم نہیں ہے کہ چند گھنٹوں کی صُحبت کے بعد ختم ہو جائے، اس کا وجود عالم کے لیے رحمت تھا۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين اس لیے یہ ابر رحمت انسانی اعمال کے ہر گوشہ پر برسا، اور جنگ کی زمینِ شور بھی اس کی آبیاری سے امن و سلامتی کے باغوں کی طرح سرسبز و شاداب ہوگئی پس ضروری ہے کہ ہماری فکر و تفتیش ایک دو قدم آگے بڑھے اور ہم اولاً دورِ نبوّت کے مشہور و مسلمہ واقعات و فتوحات کے اندر نتائج مطلوبہ تلاش کریں۔

جناب نور محمد انور صاحب

آج کا دن

عید کے دن خوش نہ ہو کیوں ہر مسلماں باشعور
لے کے آیا ہے ہلالِ عید پیغامِ سرور

صبح کی پہلی کرن لائی نویدِ جانفزا
گونج اُٹھی سارے عالم میں صدائے مرحبا!

آج کا دن ہے مبارک روزہ داروں کے لیے
بابِ رحمت ہے کھلا مولا کے پیاروں کے لیے

آج کا دن خیر کا ہے اک پیامِ جاں فزا
کیوں نہ چھائے سارے عالم پر مسرّت کی گھٹا

آج کا دن ہے مسلماں کے لیے روزِ سعید
غرۂ شوال اس کو دیتا ہے پیغامِ عید

آج کا دن دیتا ہے حلم و مروّت کا پیام
آج کا دن ہے مبارک قابلِ صد احترام

آج کا دن عید ہے ہر اس مسلماں کے لیے
جو رہا بھوکا پیاسا حق کے فرماں کے لیے

آج اے انورؔ خطائیں بخشوانے کے لیے
جاتے ہیں مسجد کو صائم سر جھکانے کے لیے

حضرت مولانا سیّد محمدّ میاں صاحب

صدقۂ فِطر

معنیٰ فطر۔ روزہ نہ رکھنا یا روزہ رکھنے کے بعد کھولنا۔

صدقۂ فِطر وہ صدقہ جو رمضان کے ختم ہونے پر روزہ کھُل جانے کی خوشی اور شکریہ کے طور پر ادا کریں۔

عیدُالفِطر خوشی منانے کا وہ دن جو ختمِ رمضان پر روزہ کھُل جانے کی خوشی اور شکریہ کے طور پر منائیں۔

رمضان شریف جو روحانیت کی فصلِ بہار ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم اور بہت بڑا انعام ہے۔ کل شام ختم ہوچکا۔ جس قدر توفیق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم نے بھی حصّہ لیا۔ ہم اللہ کے بندے ہیں۔ بندگی کا تقاضا ہے کہ اُس کے انعام کے مکمّل ہونے پر خوشی منائیں۔ اللہ کا شکر ادا کریں۔ اس کی بڑائی اور عظمت کا زبان سے بھی اعتراف کریں اور عمل سے بھی اُس کا اظہار کریں۔ ہم نہائیں دھوئیں، صاف ستھرا لباس پہنیں۔ خوشبوئیں لگائیں اُس کی بڑائی اور عظمت کا اقرار کرتے ہُوئے گھروں سے نکلیں۔ ایک جگہ جمع ہوں اور دوگانہ شکر ادا کریں اور اس دوگانہ میں بھی خاص طور سے اُس کی بڑائی اور کبریائی کا اعتراف کریں۔

مگر دیکھو خوشی منانے کے وقت اُن بھائیوں کو نہ بھُولو جو ہم سے زیادہ غریب اور زیادہ ضرورت مند ہیں۔ ہم خوش ہیں تو پہلے اُن کو خوش کریں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ ہم اس کے بندوں پر احسان کریں۔ پس جب ہم نمازِ عید کو جانے لگیں تو جانے سے پہلے ان کی ضرورتوں کا کچھ انتظام کر جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرّر فرما دی ہے کہ ان غریبوں کی ضرورت پُوری کرنے کے

لیے اتنی مقدار تم اپنے پاس سے دے دو۔ اسی کو صدقۂ فطر کہتے ہیں۔ اِس کے احکام یہ ہیں۔

صدقۂ فطر کی مقدار اور اُس کے احکام

مقدار (الف) گیہوں۔ گیہوں کے آٹے یا ستّو کا آدھا صاع (جو ۱۳۵ تولہ کا ہوتا ہے) یعنی ایک سیر گیارہ چھٹانک۔ احتیاطاً پونے دو سیر۔ (ب) جَو، جَو کے آٹے، جَو کے ستّو کا پُورا صاع (ساڑھے تین سیر) (ج) پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جَو کی قیمت[1] (د) جَو اور گیہوں کے علاوہ کوئی اور غلّہ مثلاً چاول، باجرہ، جوار وغیرہ دیا جائے تو اِتنا دیا جائے جتنا پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو کی قیمت میں آتا ہو۔ یہ ایک شخص کا صدقۂ فطر ہے۔

کس پر واجب ہوتا ہے؟ ہر مُسلمان آزاد پر۔ مرد ہو یا عورت۔ جبکہ وہ بقدر نصاب مال کا مالک ہو۔ صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھ سکا، تب بھی اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے نصاب اور وجوب میں فرق زکوٰۃ یا صدقۂ فطر کے نصاب کی مقدار میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ۵۲ تولہ ۶ ماشہ چاندی کا جو زکوٰۃ کا نصاب ہے۔ وہی صدقۂ فطر کا نصاب بھی ہے۔ فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے تو ضروری ہے کہ اتنی چاندی یا سونا اُس کے پاس نقد موجود ہو۔ یا اتنی قیمت کا کوئی تجارتی مال ہو۔ صدقۂ فطر واجب ہونے کے لیے ان تین چیزوں کی خُصوصیّت نہیں ہے۔ کیونکہ صدقۂ فطر کے نصاب میں ہر قسم کا مال حساب میں لے لیا جاتا ہے ہاں حاجت اصلیہ سے زائد اور قرض سے بچا ہُوا ہونا دونوں میں شرط ہے۔

پس اگر کسی کے پاس استعمال کے کپڑوں سے زائد کپڑے رکھے ہُوئے ہوں یا روز مرّہ کی ضرورت سے زائد تانبے۔ پیتل۔ چینی وغیرہ کے برتن موجود ہوں یا کوئی مکان اُس کا خالی پڑا ہے یا اور کسی قسم کا سامان اور اسباب ہے اور اُس کی حاجتِ اصلیہ سے زائد ہے اور اِن چیزوں کی قیمت نصاب کے برابر یا زیادہ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، صدقۂ فطر واجب ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ صدقۂ فطر کے نصاب پر سال گزرنا بھی شرط نہیں ہے بلکہ اسی روز نصاب کا مالک ہُوا ہو تب بھی صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

---

[1] آج کل احتیاطاً بیس روپے دے دیئے جائیں

صدقۂ فطر کِس کِس کی طرف سے دینا ہوتا ہے

ہر شخص مالکِ نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر دینا واجب ہے۔ لیکن نابالغوں کا اگر اپنا مال ہے تو اُن کے مال میں سے ادا کرے۔

کِس وقت واجب ہوتا ہے؟ (وقتِ وجوب)

عید کے دن صُبح صادق ہوتے ہی یہ صدقہ واجب ہو جاتا ہے پس جو شخص صُبح صادق سے پہلے مرگیا اس کے مال میں سے صدقۂ فطر نہیں دیا جائے گا اور جو بچّہ صُبح صادق سے پہلے پیدا ہُوا اس کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔

کب تک واجب رہتا ہے ادائیگی کا بہتر وقت

جب تک ادا نہ کیا جائے۔ خواہ کتنی ہی مُدّت گزر جائے صدقۂ فطر ادا کرنے کا بہتر وقت یہ ہے کہ عید کے دن عید کی نماز کو جانے سے پہلے ادا کر دو۔

رمضان میں صدقۂ فطر

اگر کوئی شخص عید سے پہلے رمضان شریف میں صدقۂ فطر ادا کر دے۔ تو یہ بھی جائز ہے، لیکن اگر رمضان سے بھی پہلے مثلاً شعبان یا رجب میں ادا کر دے تو جائز نہیں ہے۔

صَدقۂ فِطر کِن کِن کو دینا چاہیے کِن کو نہیں

(۱) جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ انہیں صدقۂ فِطر بھی دینا جائز ہے اور جنہیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں انہیں صدقۂ فِطر دینا بھی جائز نہیں ہے۔

(۲) جن کے پاس صدقۂ فِطر کا نصاب موجود ہو وہ نہ صدقۂ فِطر لے سکتے ہیں نہ زکوٰۃ، نہ کوئی اور فرض یا واجب صدقہ اُن کو لینا جائز ہے۔

(۳) ایک آدمی کا صدقۂ فِطر تھوڑا تھوڑا کرکے کئی ضرورت مندوں کو دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ کئی آدمیوں کا صدقۂ فِطر ایک ضرورت مند کو دے دیا جائے۔

ترجمہ و ترتیب: محمّد نوید حفیظ، لاہور

دانتوں کی صفائی کے لیے

ایک قدرتی برش

مسواک سے متعلّق ذیل میں دیا جانے والا مضمون جرمنی سے شائع ہونے والے "برشا پریس میگزین" میں انگریزی زبان میں شائع ہُوا ہے اس میگزین کے ناشر ڈاکٹر گروب نیفیو ہیں جو مذہبًا عیسائی ہیں۔ اس میگزین ہر قسم کے برش مینوفیکچرز اس کے میٹریل بنانے والے اور اس کی مشینری کے بارے میں معلومات شائع کی جاتی ہیں۔ مسواک کے بارے میں اس کتاب کا مضمون عام زندگی میں جہاں مسواک کی اہمیّت کو ظاہر کرتا ہے وہیں اس سے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت کی افادیت بھی معلوم ہوتی ہے جس کا اقرار دبے لفظوں میں مخالفین اسلام بھی کر رہے ہیں۔ والفضل ما شهدت به الاعداء

عربی ملک کا دَورہ کرتے ہُوئے مغربی لوگوں کے لیے یہ بات حیران کُن تھی کہ یہاں کاروباری اور تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک بہت تعداد دانتوں کی چمک کے لیے ایک ۱۵ سے ۲۰ سینٹی میٹر گہرے رنگ کی لمبی چھڑی کو استعمال کرتے ہیں اور عوام پنے اپنے دانتوں کی صفائی کے لیے اس کو بر سرِ عام استعمال کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ عرب دُنیا میں مسواک کو قدرتی برش ہی نہیں بلکہ قدرتی ٹوتھ پیسٹ بھی سمجھا جاتا ہے اور سعودی عرب میں بہت زیادہ پسند کیا جاتا ہے حتّٰی کہ کاروباری میٹنگز کے دوران بھی یہ دوہرے فائدے والی لکڑی مُنہ صاف کرتی، دانتوں کو چمکاتی، سانسوں کو خوشگوار کرتی ہے اور اس لیے عرب دُنیا میں اسے وسیع بُنیاد پر استعمال کیا جاتا ہے۔

مُسلمان اسے اپنے پیغمبر حضرت محمدؐ کی سُنّت سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ آپ روزہ کی حالت میں بھی مسواک استعمال کرتے تھے اور آپؐ نے نماز پڑھنے سے پہلے اس کے استعمال کی ہدایت کی ہے تاکہ دانتوں کو خوشگوار بنایا جاسکے۔

عام دانتوں کے برش سے موازنہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ مسواک بغیر پانی کے ہر جگہ اور ہر وقت استعمال کی جاسکتی ہے۔ یہ مسواک آراک درخت کی جڑوں سے حاصل ہوتی ہے۔ عمومًا آراک درخت کو

دانتوں کے صاف کرنے والے درخت کے طور پر پہچانا جاتا ہے ۔ یہ سعودی عرب ، سوڈان، مغربی مصر چاڈ اور شرقی انڈیا میں پایا جاتا ہے مُسلم دُنیا میں جہاں آراک درخت نہیں ہے اِس کی جگہ دوسرے درخت استعمال ہوتے ہیں جیسے مراکو میں درخت کی چھال استعمال ہوتی ہے اور انڈیا میں نیم کا درخت اس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ۔ یہ واضح نہیں کہ مسواک صرف مرد استعمال کرتے ہیں ۔ یہ بہت زیادہ مقبول ہے بُوڑھوں میں اور نوجوانوں میں جو اس کو ترجیح دیتے ہیں روایتی ٹوتھ برش اور ٹوتھ پیسٹ پر۔ البتہ بہت سے سعودی نوجوان اپنی روایات اور جدید خیالات کو اکٹھا کرتے ہیں۔ صبح پلاسٹک کے برش سے دانتوں کو صاف کرتے ہیں اور مسواک کو کالج یا کام پر لے جاتے ہیں اور کامیابی دن کے لیے سانسوں کو خوشگوار رکھتے ہیں اور خاص طور پر نماز کی ادائیگی سے پہلے استعمال کرتے ہیں۔

دانتوں کے بارے میں تحقیق سے مسواک سے متعلق چند دلچسپ معلومات اکٹھی ہوئی ہیں۔ کیمیائی تجربے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسواک میں ۱۹ ایسے قدرتی اجزاء ہیں جو ہمارے دانتوں کی صحت کے لیے مفید ہیں ۔ یہ قدرتی جراثیم کش اور جراثیم کی افزائش کو روکتی ہے اور اس کے جراثیم کش اجزا دانتوں میں خطرناک جراثیم کو ہلاک کردیتے ہیں۔

صحت کے لیے مفید طاقتور تیزاب مسواک میں موجود ہوتا ہے اور اس کا مؤثر اور تیز خوبیوں والا ذائقہ بیماریوں سے بچاتا ہے مسواک چونکہ اپنے اندر جراثیم کش صلاحیت رکھتی ہے اس وجہ سے اس کو صفائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چونکہ اس کے بال عمودی کے بجائے متوازی ہوتے ہیں اس لیے بہ آسانی تمام دانتوں تک پہنچ جاتے ہیں۔

سعودی عرب میں سپر مارکیٹوں اور جدید ادویات کی دکانوں پر تو مسواک نہیں ملتی، یہ آپ کو گلیوں میں یا مسجد کے باہر کھڑے خوانچہ فروشوں سے لینا پڑے گی۔

مسواک استعمال کرنے سے پہلے اس کو کچھ دیر کے لیے پانی میں بھگونا چاہیے یہ اس کے قدرتی ریشوں کو نرم کردیتا ہے اور اوپری لکڑی کے کچھ حصّے کو نرم کردیتا ہے بعد میں اس کو تیز چھری کی مدد سے تراش لیا جاتا ہے اور اوپری بھگوئے ہوئے حصّے کو کچھ دیر چبانے سے اس کے ریشے الگ الگ ہوجاتے ہیں۔

مسواک کے اُوپر والے (سرے) حصّے سے مسوڑھوں اور دانتوں کو اُوپر اور نیچے سے صاف

(بقیہ بر صفحہ ۴۴)

پروفیسر بشیر متین فطرت۔ شعبہ تاریخ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

بیعانۂ دل

لبریزِ مئے عرفاں ہو متینؔ اے کاش میرا پیمانۂ دِل
مَیں کیف و سُرورِ اَلست وبَلیٰ[1] میں پیش کروں نذرانۂ دل

ہو حُسنِ اَزَل کے جلووں سے معمور و منوّر خانۂ دِل
وہ راحتِ جاں ، وہ نُورِ نظر ، ہو جلوہ گرِ ویرانۂ دل

اَوہام وو َساوِس باطل کی ظلمت کے نہ ہوں آثار کہیں
انوارِ الٰہی سے ہر دم خوش آن رہے کاشانۂ دل

جنّت کے عوض ، یہ جانِ حزیں ، اللہ خریدے[2] کیا کہنا!
اِس مُژدۂ بیع و شِرا پہ[3] نہ کیوں میں پیش کروں بیعانۂ دل

مَیں مظہرِ عاش حمیدؔ[4] رہوں ، مَیں مَصَدقِ مَاتَ شہید بنوں[5]
ہو شوقِ وصال کے عنواں سے تعبیر مرا افسانۂ دِل

ان یاس فزا ظلمات میں بھی قِندیلِ اُمّید فروزاں ہے
اُس عقدہ کُشا کی خدمت میں ، میں پیش کروں شکرانۂ دل

عرفانِ الٰہی کے دم سے کیفیّتِ دِل ہر آن ہو یہ
ضَو ریز ہو اس میں نُورِ خُدا فانوس بنے دُردانۂ دِل

اَسرار و رُموزِ نَفَسی سے ، ہر سالک بہرہ یاب نہیں
وہ قدسی لطائف کیا سمجھے ، طبعًا ہی جو ہو بیگانۂ دِل

دِل قاضیِ خیر و شر بھی ہے ، دل مرکزِ طاعت و تقویٰ بھی
دِل قبلہ نمائے شوقِ لِقاء اللہ ہے ، یارانۂ دل

سرمایۂ مُومِنِ صادق ہے ، بس قلبِ سلیم و طاعتِ رَب
طاغوت کی آنکھ میں جو کھٹکے ، لاریب ہے وہ خوش دانۂ دل

ہر سانس پیامِ وصل بھی ہے ہر سانس پیامِ ہجر بھی ہے
ہر اشک ہے خُوشۂ مزرعِ دِل ، بے مثل ہے یہ قطرانۂ دِل

سرسبز رہے شاداب رہے ، یہ گلشنِ جسم و رُوحِ رَواں
سیراب دمِ تازہ سے کرے ، ہر آن اسے خُم خانۂ دل

اِس دارِ فنا سے دارِ بقا کو جب ہو میرا کوچ متینؔ
وہ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃ[6] کہے ، پرواز کرے پروانۂ دِل

---

[1] میثاقِ الست۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلیٰ شَھِدْنَا
[2] اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ
[3] فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ [4] عربی مقولہ۔ ترجمہ: میری زندگی قابلِ تعریف ہو۔ [5] ایضًا۔ میری موت بصورت شہادت ہو۔ [6] یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ...“

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ

شہید

دینِ حق ہر دَور میں غالب رہا ہے اور اس کی ضیاء پاشیوں سے ایک عالم جگمگاتا رہا اور تا قیامت اس دین کے عَلَم کے پھریرے کائنات میں لہراتے رہیں گے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس دینِ حق کے متوالے اور شیدائی شروع سے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے چلے آرہے ہیں اور خالقِ ارض و سماء بھی انہیں حیات جاودانی کے تمغے عطا فرمارہے ہیں۔ ذیل کا مضمون امام الزاہدین والعارفین قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے مُبارک قلم سے تحریر شدہ ہے جو کہ روز نامہ وقت لاہور کی اشاعت مؤرخہ ۳۰ رجمادی الاول ۱۳۶۸ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۴۹ء بروز جمعرات شائع ہُوا۔ اس مضمون کی روشنی اور تابانی ابھی بھی اسی طرح قائم و دائم ہے اور مجاہدین کے قلب و جگر کو گرما رہی ہے جیسے نصف صدی پہلے تھی۔

قاضی محمد ارشد الحسینی۔ خادم، خانقاہ مدنی۔ اٹک شہر

شہید! یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اسم فاعل کے معنی میں بھی آتا ہے اور اسم مفعول کے معنی میں بھی۔ خداوند تعالیٰ کے اسم صفاتیہ میں سے ایک نام بھی ہے جس کے معنی علیم و خبیر کے ہیں کہ جس سے کوئی موجود معدوم پوشیدہ نہ ہو۔ اصطلاح میں شہید اس انسان کو کہا جاتا ہے جو اللہ کے نام کو بلند کرتے ہوتے باطل کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے۔

اس کو شہید کیوں کہتے ہیں؟

(۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کے جنتی ہونے پر گواہ ہیں۔

(۲) یہ حاضر ہے گویا کہ مرا ہی نہیں

(۳) یہ حق کی شہادت پر آخر تک قائم رہا۔ اس کی جان چلی گئی مگر اس نے حق کا ساتھ نہ چھوڑا

(۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اعزاز و اکرام اس کا کیا گیا اس کو اس نے مشاہدہ کر لیا۔ باقی انسان قیامت

کے بعد ملاحظہ کر سکیں گے۔

انسانی تخلیق کے بالکل ساتھ ساتھ شہادت کا سلسلہ بھی شروع ہوا اور اس انداز سے شروع ہوا کہ ایک بھائی دوسرے کا قاتل ہوا۔ اسی لیے انسانی تاریخ میں یہ سیہ بختی صرف انسان ہی کے حصّہ میں آئی ہے کہ اشرف المخلوقات کہلانے والا ایک دوسرے کو قتل کر دیتا ہے مقتول اکثر اوقات مظلوم ہی ہوا کرتا ہے اور یہ بھی تاریخ کے زرین اوراق میں موجود ہے کہ ظالم نے جب کسی معصوم اور محفوظ الدم کو اپنی خواہشات کی تکمیل میں تہ تیغ کیا اور بے کفن لاشوں کی تڑپ کو اپنی آرائشِ محفل کا سامان سمجھا تو تھوڑے ہی زمانہ کے بعد اس ظالم کی لاش بے گور و کفن رہی اور ظلم تو باقی رہا مگر ظالم کی بُنیاد اکھڑ دی گئی۔ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک ظالم نے اپنی شہوانی اغراض کی تکمیل میں اپنے بھائی صاحب کو قتل کر ڈالا مگر قتل کے خوف سے ابھی ہاتھ اسی طرح آلودہ تھے کہ ندامت اور پشیمانی نے اس کو ذلت اور خُسران کے قعرِ عمیق میں دھکیل دیا۔ خداوند تعالیٰ کا فرمان آج بھی اس تاریخ کو یُوں بیان فرما رہا ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ

اور آپ ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصّہ صحیح طور پر سُنائیے جبکہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور اس میں سے ایک کی تو مقبول ہو گئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی۔ وہ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لیے دست درازی کرے گا۔ تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لیے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں مَیں تو پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں۔ میں یُوں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر پر رکھ لے۔ پھر تُو دوزخیوں میں شامل ہو جائے اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنیوالوں کی۔ سو اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ پھر اس کو قتل ہی کر ڈالا۔ جس سے بڑے نقصان والوں میں شامل ہو گیا۔ سو بڑا شرمندہ ہوا۔ (المائدہ)

تاریخ بتاتی ہے کہ دُنیا میں ناجائز خواہشات کو پُورا کرنے کے لیے اگر ایسے بدبخت موجود ہیں جو دوسروں کی عزیز گراں مایہ زندگی محض ذاتی اقتدار، فرعونی غرور، نمرودی لالچ کے نشے میں ختم کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں تو ایسے پاکدامن بلند اقبال، نیک طینت سلیم الفطرت عشاق کی بھی کمی نہیں جو اپنے محبوب جسم کو خاک و خُون میں ملوّث کر سکتے ہیں۔ اپنے جگر کا کباب بنا پسند کر سکتے ہیں۔ اپنے اعضا کے ٹکڑے

ٹکڑے ہونے کو پسند کرتے ہیں مگر اس امر کو پسند نہیں کرتے کہ حق پامال ہو۔ صداقت کا خون ہو حقیقت کی گردن کشی ہو۔ بالفاظ دیگر اگر یزیدوں کی کمی نہیں تو حسین کے پر تو بھی ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں۔ اور تاریخ ایسے افراد پیدا کر دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے خراج تحسین حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو چُور چُور کرنا اپنا مقدس نصب العین سمجھتے ہیں۔ محبوب رب العالمین، خاتم النّبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مخالفین میں اگر ابولہب تھا، عتبہ تھا تو وہاں آپ کے کفش برداروں میں مُجَدَّعٌ کا مقدس خطاب پانے والا عبداللہ بھی موجود تھا۔

جس نے یہ دُعا کی!

اے رب العالمین! میرا مقابلہ میدانِ جہاد میں (جہاں حق و باطل کا معرکہ ہے جہاں نور اور ظلمت برسرِ پیکار ہے جہاں صدق و کذب کی ٹکر ہے۔) ایک ایسے طاقتور شجاع، دلیر مخالف سے ہو جو میرے ساتھ کافی دیر تک لڑتا رہے میں اس پر وار کروں۔ وہ مجھ کو اپنا نشانہ بنائے آخر انجام کار یہ ہو کہ وہ مجھ کو قتل کر دے۔ قتل کے بعد میرے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے میرے کان کاٹ ڈالے میری ناک قطع کر دے۔ اے مالک الملک! پھر جب تو اپنی قدرت کاملہ سے میرے جسم کو صحیح و سالم فرما کر مجھ سے یہ پُوچھے کہ! اے عبداللہ یہ کان ناک اور دوسرے اعضاء کہاں کٹوائے تو میں جواب میں یہ عرض کروں کہ اے مالک حقیقی تیری رضا طلبی میں میں نے اپنا یہ حال کروایا تو اے خدا مجھے یہ فرما دے کہ صَدَقْتَ اے عبداللہ تو نے سچ کر دکھلایا۔

زمانہ گزر گیا۔ گزر رہا ہے۔ گزر جائے گا مگر جب تک شمع باقی ہے۔ پروانے آتے رہیں گے اور شمع کی ادا پر جلتے رہیں گے۔ انہی کو فرمایا گیا کہ وہ زندہ ہیں۔ عیش و آرام میں ہیں۔ ظالم اُن کی زندگی کو ختم کرنے کے خواب میں تھا مگر وہ ابدی زندگی پا گئے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَاۤءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (بقرہ)

تم نے روزِ روشن میں دیکھا کہ اُن کا خون بہایا گیا۔ اُن کو زیرِ زمین کر دیا گیا۔ تمہارا تجربہ، تمہارے حواس تمہارا مشاہدہ، تمہارا علم سب اسی امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ وہ مظلوم مر گئے دفن ہو گئے مگر یاد رکھو تمہارے حواس کا خالق، علام الغیوب، کائنات عالم کا مدبر اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ کا سچا مصداق اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ تم کو یہ بھی جائز اور دُرست نہیں کہ تم ان کو مردہ

بھی کہہ سکو۔ وہ تو زندہ ہیں۔ خواہ تم نہ سمجھ سکو۔ ان میں ایسے بھی ہیں کہ جن کا جسم اسی طرح محفوظ ہے۔ موجود ہے۔ وہ اپنے جسم کے ساتھ عیش و راحت سے ہمکنار ہو رہے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم النّبیین رحمۃ للعالمین مَا ھوعَلی الغیب بضنِیْنَ کا ارشاد ہے کہ آپ کا مشاہدہ ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اپنے جسم اور تشخص کے ساتھ اُڑ رہے ہیں یہ شہادت فی سبیل اللہ وہ خواہش اور تمنّا ہے کہ جو دار آخرت کے غیر فانی سرور و راحت کے مہیّا ہونے کے باوجود کی جائے گی۔ جنّت کے نعم و اکرام سے مشرف ہونے والا بھی یہ تمنّا کرے گا کہ اللہ مجھ کو دُنیا میں پھیر دے تاکہ میں پھر قتل ہو کر تیرے پاس آؤں۔ یہی وہ پاک وجود ہیں جن سے ان کے اس خُون کا الگ کرنا دھونا گناہ ہے۔ جو اس جذبہ اطاعت میں گیا اور اُن کے وجود کو ملوّث کیا۔ نامہ اعمال میں وہ سب سے بڑا ذخیرہ اور سب سے بڑی شہادت اور سب سے بڑی کفالت ہے۔ لاکھوں سلام کے مستحق ہیں ایسے وجود، کروڑوں اکرام ان پر نثار، لاتعداد اعزاز اُن کے قدموں پر نچھاور

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بقیہ : ایک قُدرتی بُرش

کیا جاتا ہے مسواک میں ایک خوشگوار کڑواہٹ ہوتی ہے۔

جرمن رائٹر کے خیال کے مطابق سعودی عرب کے لوگوں کی درخشاں مُسکراہٹ اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے کہ قدرت دانتوں کی حفاظت کے میدان میں سبقت رکھتی ہے۔

یہ ایک اچھّا خیال ہے کہ مغربی دُنیا میں مسواک کو ایک سفری ٹوتھ برش کے طور پہ متعارف کرایا جائے۔

انتقالِ پُرملال

گزشتہ ماہ ۲۰ دسمبر کو جناب میاں آصف صاحب سابق سینیٹر اور جناب میاں اشفاق صاحب کی والدہ محترمہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعو　مرحومہ بہت نیک دِل خاتون تھیں۔ حضرت اقدس بانی جامعہ سے نیازمندانہ تعلّق رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور میاں صاحبان اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ جامعہ میں مرحومہ کے لیے ایصالِ ثواب بھی کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

محمد حسین مدرسہ عربیہ شمسیہ فخر المدارس احمد پور سیال

بندگی اور خدائی

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ جس طرح نُور کو سمجھنے کے لیے ظلمت کا مفہوم جاننا ضروری ہے اسی طرح خدائی کی معرفت کے لیے بندگی کی پہچان لازمی ہے۔ میری مُراد بندگی سے خاص تشریعی بندگی نہیں بلکہ عام تکوینی بندگی ہے جو تمام انسانوں میں بلا امتیازِ مذہب پائی جاتی ہے ۔ اور یہ بندگی انسانی زندگی کے ہر موڑ پر ٹپکتی نظر آتی ہے ۔ غور کریں انسان کسی ایک ارادے کی تکمیل میں کتنی چیزوں کا محتاج ہوتا ہے بطن مادر سے نکل کر قبر کے گڑھے میں جانے تک اس کا سلسلہ احتیاج دوسرے انسانوں اور چاند، سورج ۔ ستاروں کے علاوہ نباتات اور جمادات تک وسیع ہو جاتا ہے ۔ یہ مختلف رنگوں میں سب ضرورتیں اور حاجتیں بندگی ہی کے مظاہر ہیں — پھر ان تمام ضروریات کا سامان درپردہ پُر حکمت طریقہ سے جس لطیف ذات نے پہلے سے کر رکھا ہے یہ خُدائی ہے ۔ باقی رہی یہ بات کہ ہمیں اپنی ضرورتیں محسوس چیزوں سے پُوری ہوتی ہُوئی نظر آتی ہیں تو یہ سب ذرائع اور اسباب ہیں بعض لوگ ان اسباب کو ارباب سمجھ لیتے ہیں ۔ اور یُوں سبب کو رَب سمجھ لینے کی غلطی سے انسان بھٹک کر شرک کے گڑھے میں جا گرتا ہے ۔

ایں سبب ہا در نظر ہا پردہاست
درحقیقت فاعل ہر شے خدا است

یہ سارے اسباب نظر کے پردے ہیں ۔ حقیقت میں فاعل تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ۔ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے رَب کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا یعنی اپنی بے چارگی اور شکستگی خُدا کی قوّت اور قدرت کی پہچان کا ذریعہ بن گئی مشہور مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے

خدا کو پہچان لیا۔ بندگی کیا ہے۔ بے کسی و بے بسی۔ لاچاری و مجبوری۔ عاجزی اور انکساری کا حاصل اور خلاصہ ہے۔ یا کمالِ نیاز اور نہایت تعظیم کے جذبات اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ کسی کے آگے جھکنے کا فطری میلان ہے یا یُوں کہہ لیں کہ کسی آستان پر اُمّید کی کرن دیکھ کر جبین نیاز کے سجدوں کا تڑپ اُٹھنا بندگی ہے بالفاظ دیگر آنسوؤں اور سسکیوں کے مجموعہ کا کسی ماوٰی اور ملجا کی طرف رُخ کرنا یا کمزور اور بے بس شخص کا دل میں سما جانے والی غیبی قوّت کو مشکل کُشا سمجھ کر پکارنے کا جذبہ بندگی کہلاتا ہے جس کا مطلب کمالِ متابعت شدّتِ احتیاج، انتہائی تذلّل اور اصل کے اعتبار سے پستی بلکہ نیستی ہے۔ یہ جذبات بندگی انسان میں فطری طور پر موجود ہیں جن کی تکمیل کیے بغیر تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ انسان مطمئن نہیں ہو سکا۔ کبھی انسان نے چاند، سورج اور ستاروں کی چمک کے آگے سر جھکایا کبھی عقل و منطق کو دھکے دے کر شجر و حجر کے آگے جبیں سائی کے ذوق کو تسکین دی اور بعض خوش نصیبوں نے مسجودِ حقیقی کی چوکھٹ پر سجدوں کی لذت پائی۔ جو نام نہاد روشن خیال اس دور میں مذہب کا مذاق اُڑاتے ہیں ان کی فطرت مسخ ہوگئی ورنہ یہ سب مذہب کی پیاس نہیں تو اور کیا ہے۔ الغرض اگر بندگی میں عاجزی ہے تو طاقت کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے۔ اگر بندگی میں اصل نیستی ہے تو خدائی وہ قوّت ہے جو اصل وجود اور شان ازلیت و ابدیت سے موجود ہے۔ عبدیت اور بندگی میں انتہائی تذلل اور شدّت احتیاج ہے تو خدائی اور الوہیت انتہائی بڑائی اور کبریائی سے موصوف ہے جہاں عاجزی، احتیاجی اور نیاز مندی کا نام و کام ہی نہیں۔ وہ بے نیاز ذات عزّت، عظمت، ہیبت، قدرت اور جلال و جبروت کی شان سے ہر جگہ موجود ہے۔ کائنات کا کوئی ذرہ اس کی قدرت اور علم سے باہر نہیں۔ اس کی کبریائی کے تصوّر سے عقل حیرت میں ڈوب گئی۔ اور زبان و بیان کے لیے ظرفِ الفاظ تنگ ہوگیا۔ شان تنزیہ کے ساتھ ہر دل میں گھر کیے ہوئے مگر ذہن انسان کے تمام تخیلات سے بالا و اعلیٰ

جہاں متفق بر الٰہیتش
فرو ماند در کنہ ماہیتش

سارا جہاں اس کی معبودیت پر تو متفق ہے لیکن اس کی حقیقت پانے سے عاجز ہے

تشبیہہ و تجسیم کے قائلین نے خُدا کی جو صُورت فرض کی ہے وہ خُدا نہیں اُن کا اپنا ذہن نارسا ہے خُدا کی ذات اس سے ورا، الورا ہے۔ سبحٰنَ اللہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ الغرض جس طرح بندگی میں انتہائی احتیاج اور کمال تذلیل ہے۔ اس طرح خُدائی میں انتہائی عظمت اور کمال کبریائی ہے غور کیا جائے تو یہ حقیقت بھی آشکارا ہو جاتی ہے کہ خدائی میں شان یکتائی ہے۔ بندگی کا صحیح مظاہرہ تب ہی ہو سکتا ہے جب آستاں ایک ہی ہو۔ اگر اور بھی دروازے کھُلے ہوں تو عاجزی کا صحیح منظر سامنے نہیں آتا۔ جیسے ایک عاشق اپنے ہرجائی محبوب سے کہتا ہے۔

تو ہے ہرجائی تو مرا بھی یہی طور سہی
تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

اور جب آقا اور مالک ایک ہی ہو اور اس کا منانا ضروری ہو تو پھر غلامی اور بندگی کی صحیح تصویر نظر آتی ہے۔ پھر بندہ کہتا ہے۔

بلطفم بخواں یا براں از درم
ندارم حزیں آستانت سرم

کہ اے کریم مالک تو مہربانی فرمائے یا اپنے دروازے سے دھتکار دے میں اس چوکھٹ کے سوا کہیں سر نہیں رکھتا۔ پھر اس کریم ذات کا دریائے کرم موج میں آجاتا ہے۔ کاش بندۂ خدا کے سامنے جھک جائے کسی سبب کی چمک پہ نہ رُک جائے۔ پھر دیکھیے کس طرح اس پستی کو بلندی ملتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ زورِ بازو اور کمال تدبیر سے یہ کمزور انسان اپنے وسیع ارادوں اور طویل تمنّاؤں کو پُورا نہیں کر سکتا جب تک اس قادرِ مطلق کے ساتھ اپنا تعلّق مضبوط نہ کرے۔ اور یہ بندگی میں کمال حاصل کرنے سے ہی ہو گا۔ بندہ جب اصل میں احتیاج اور کمزوری رکھتا ہے تو اُسے تکبّر زیب نہیں دیتا بلکہ یہ تو ایسے ہو گا جیسے ریشم میں ٹاٹ کا پیوند ہو۔ تواضع اور انکساری نیاز اور ادب ہی بندگی کے حُسن کا نکھار ہیں۔

خدا تعالیٰ صحیح طور پر ہمیں اپنا بندہ بنائے (آمین)

(مضامینِ علمیہ)

ایک حدیث کی تشریح

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد زید مجدہم
مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعۂ مدنیّہ

روی عبدالرزاق بسندہ عن جابر بن عبداللہ الانصاری قال قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اوّل شئ خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔ فجعل ذلک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی۔ فلما اراد اللہ ان یخلق الخلق قسم ذلک النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاوّل القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاوّل حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث بقیۃ الملائکۃ ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاوّل السماوات ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ والنار ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاوّل نور ابصار المومنین ومن الثانی نور قلوبھم وھی المعرفۃ باللہ ومن الثالث نور السنتھم وھو التوحید لا إلہ الا اللہ محمّد رسول اللہ (الحدیث) المورد الروی فی المولد النبوی لملا علی قاری

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے یہ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر اشیاء کی تخلیق سے پہلے سب سے پہلی کیا چیز پیدا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اے جابر اللہ نے دیگر اشیاء کی تخلیق سے پہلے تیرے نبی کا نُور اپنے نُور سے پیدا کیا۔ وہ نُور اللہ کی قدرت سے جہاں اللہ نے چاہا گردش

کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ جنّت تھی نہ دوزخ تھی نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ سورج تھا نہ چاند تھا اور نہ کوئی جن تھا نہ کوئی انسان تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اُس نُور کے چار حصّے کیے۔ پہلے حصّے سے قلم کو دوسرے سے لوح کو اور تیسرے سے عرش کو پیدا کیا اور چوتھے حصّے کے آگے چار اجزاء بنائے۔ ان میں سے پہلے جزء سے حاملین عرش کو دوسرے سے کرسی کو تیسرے سے باقی فرشتوں کو پیدا کیا اور چوتھے جزء کے پھر چار ٹکڑے کیے۔ ان میں سے پہلے ٹکڑے سے آسمانوں کو دوسرے سے زمینوں کو تیسرے سے جنّت و دوزخ کو اور چوتھے ٹکڑے کے مزید چار حصّے کیے ان میں سے پہلے حصّے سے مومنین کی آنکھوں کا نُور اور دوسرے سے اُنکے دلوں کا نُور یعنی معرفتِ الٰہیہ اور تیسرے سے اُن کی زبانوں کا نُور یعنی کلمہ توحید لاإلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بنایا۔

شرح : اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ حدیث میں یہ جو فرمایا " اللہ نے تیرے نبی کا نُور اپنے نُور سے بنایا" تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ایک جزء کو نُورِ محمّدی بنا دیا کیونکہ

(i) اگرچہ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کو بھی نُور کہا گیا ہے ، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کی اصل حقیقت کیا ہے اور اس کی کیفیّت کیا ہے ؟ اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تو ایک نا معلوم حقیقت کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ وہ ذی اجزاء ہے اور اُس نے اپنے ایک جُزء کو اپنے سے علیحدہ کر دیا غیر معقول بات ہے بلکہ اس کو ذی اجزاء کہنا بھی دلائل کی رو سے غلط ہے کیونکہ ذی اجزاء کو اس کی حاجت ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا اس کو ترتیب دے حالانکہ اللہ تعالیٰ حاجت سے منزہ ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ کی ذات واجب ہے جو تصرفات کو قبول نہیں کرتی کیونکہ تصرفات قبول کرنا ممکن ہونے کی علامت ہے۔ لہٰذا "اپنے نُور" کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں جو نُور کے خزانے ہیں اُن سے اور نُور کی جو اضافت و نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو اس وجہ سے کہ وہ مہتم بالشان ہے اس لیے شرف و بزرگی بتانے کے لیے اضافت ہے جیسا کہ بیت اللہ میں خانہ کعبہ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جیسے حضرت آدم علیہ السّلام میں جو رُوح پھونکی گئی اُس کی اضافت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف

کی اور فرمایا و نفخت فیہ من روحی (اور میں نے اس میں رُوح پھونکی) یعنی اپنے خاص امر سے پیدا کردہ رُوح پھونکی۔

۲- حدیث میں فرمایا" سب سے پہلے تیرے نبی کا نُور پیدا کیا"

اس کا بیان یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے۔ وان من شئٍ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔

معلوم ہُوا کہ وہ تسبیح و تحمید حالی نہیں ہے بلکہ قولی ہے کیونکہ حالی تسبیح و تحمید کو سمجھنا مشکل نہیں ہے جبکہ یہاں فرمایا کہ تم ان اشیاء کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو اور جو تسبیح و تحمید قولی ہو اس کے لیے کسی قدر شعور کا ہونا ناگزیر ہے اور ذی شعور حقیقت رُوح کہلاتی ہے۔ تو اس آیت کی رو سے عالم کی ہر شے میں کوئی شعور رکھنے والی رُوح موجود ہے اور ارواح سب نُورانی ہوتی ہیں اسی لیے وہ انتہائی لطیف ہوتی ہے۔

اب سمجھیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عالم کی اصل یعنی نُور کو پیدا کیا۔ گویا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ سب سے پہلے عالم نُور کی پیدائش ہوئی اور مذکورہ بالا حدیث کے مطابق ایک عرصے تک عالم نُور برقرار رہا۔ اسی نُور سے پھر ارواح کی اپنے اپنے وقت میں تخلیق کی گئی تو نُور میں وہ جُزء جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مُبارکہ کی تخلیق کی گئی مرکزہ (NUCLEUS) کی حیثیت رکھتا تھا یعنی اس کو سب سے زیادہ اہمیت اور شرف حاصل تھا اس لیے باقی کو تابع کر کے پُورے نُور کی نسبت و اضافت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی گئی۔

پھر ایک مُدت گزرنے کے بعد اس نُور کے چار حصّے کیے گئے۔ ایک حصّہ جس میں مرکزہ تھا اسکو چھوڑ کر باقی کے تین حصّوں میں سے ایک سے قلم کی رُوح کو، دوسرے سے لوح کی رُوح کو اور تیسرے سے عرش کی رُوح کو پیدا کیا گیا۔ چوتھے حصّہ کے آگے چار اجزاء کیے گئے ان میں سے پہلے جُزء سے حاملین عرش کی ارواح کو دوسرے سے کرسی کی رُوح کو تیسرے سے فرشتوں کی ارواح کو پیدا کیا گیا اور چوتھے جُزء کے پھر چار ٹکڑے کیے گئے۔ ان میں سے پہلے جُزء سے آسمانوں کی ارواح کو دوسرے سے زمینوں اور اُن کے اندر اُوپر پائی جانے والی مخلوقات کی ارواح کو (اور مرکزہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مُبارکہ کو) تیسرے ٹکڑے سے جنّت دوزخ کی ارواح کو اور چوتھے ٹکڑے کے مزید چار حصّے کیے جن سے مومنین کی آنکھوں کا دلوں کا اور زبانوں کے نُور بنائے گئے۔

غرض پہلے عالم نُور تھا پھر اس سے عالم ارواح وجود میں آیا۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ کے علم و ارادہ میں تھا، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ان ارواح کو اُن کے مناسب حال اجساد و اجسام عطا کیے۔ اس طرح سے یہ عالم مادی وجود میں آیا۔

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

ابو حازم تابعیؒ سلیمان بن عبدالملک کے دربار میں

اُموی حکمران سلیمان بن عبدالملک (م: ۹۹ھ) عبدالملک بن مروان کا بیٹا اور ولید بن عبدالملک کا حقیقی بھائی تھا، سلیمان بعض حیثیتوں سے اپنے پیشروؤں سے زیادہ بہتر حکمران ثابت ہُوا تھا اس کا سب سے بڑا کارنامہ جو سینکڑوں کارناموں سے بڑھ کر ہے یہ ہے کہ اُس نے اپنی حقیقی اولاد اور سگے بھائیوں کی موجودگی کے باوجود اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وہ ہستی تھے جنھوں نے اُموی سلطنت کو خلافتِ راشدہ کے قالب میں بدل دیا تھا۔

امام دارمی (م: ۲۵۵ھ) نے اپنی سُنن میں سلیمان بن عبدالملک کی حضرت ابو حازم تابعیؒ سے ملاقات اور بات چیت کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے، یہ واقعہ جہاں اپنی جگہ نہایت ہی اثر انگیز اور سبق آموز ہے۔ وہیں اس سے حضرت ابو حازمؒ کی جرأت و بیباکی، حق گوئی و صاف گوئی اور استغناء و بے نیازی کا بھی پتہ چلتا ہے۔

حضرت امام دارمیؒ اپنی سند سے روایت فرماتے ہیں کہ

"ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک مکہ مکرمہ جاتے ہُوئے مدینہ طیبّہ سے گذرے تو چند روز وہاں قیام کیا؛ آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ مدینہ طیّبہ میں اَب کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس نے کسی صحابی کی صحبت پائی ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ابو حازمؒ ایسے شخص ہیں۔ سلیمان نے اپنا آدمی بھیج کر ان کو بلوالیا۔

جب وہ تشریف لائے تو سلیمان نے کہا کہ اے ابوحازم یہ کیا بے مروّتی اور بے وفائی ہے؟ ابوحازم نے کہا: امیرالمؤمنین آپ نے میری کیا بے مروّتی اور بے وفائی دیکھی ہے؟ سلیمان نے کہا کہ مدینہ کے سب مشہور لوگ مجھ سے ملنے آئے آپ نہیں آئے، ابوحازم نے کہا: امیرالمومنین میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کوئی ایسی بات کہیں جو واقعہ کے خلاف ہے، آج سے پہلے نہ آپ مجھ سے واقف تھے اور نہ میں نے کبھی آپ کو دیکھا تھا، (ایسے حالات میں خود ملاقات کے لیے آنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بے وفائی کیسی؟) سلیمان نے جواب سُن کر ابن شہاب زہری اور حاضرین مجلس کی طرف التفات کیا تو امام زہری رح نے فرمایا: کہ ابوحازم نے صحیح فرمایا، آپ نے غلطی کی، اس کے بعد سلیمان نے روئے سخن بدل کر کچھ سوالات شروع کیے۔

سلیمان: اے ابوحازم یہ کیا بات ہے کہ ہم موت سے گھبراتے ہیں؟

ابوحازم: وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی آخرت کو ویران اور دُنیا کو آباد کیا ہے اس لیے آبادی سے ویرانے میں جانا پسند نہیں۔

سلیمان نے تسلیم کیا اور پوچھا کہ کل اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کیسے ہوگی؟

ابوحازم: نیک عمل کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح جائے گا جیسا کوئی مسافر سفر سے واپس اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہے، اور بُرے عمل کرنے والا اس طرح پیش ہوگا جیسا کوئی بھاگا ہُوا غلام پکڑ کر آقا کے پاس حاضر کیا جائے۔

سلیمان یہ سُن کر رو پڑے اور کہنے لگے کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کیا صُورت تجویز کر رکھی ہے؟

ابوحازم: اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر پیش کرو تو پتہ لگ جائے گا۔

سلیمان: قرآن کی کس آیت سے یہ پتہ لگے گا؟

ابوحازم: اس آیت سے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ، یعنی بلاشُبہہ نیک عمل کرنے والے جنّت کی نعمتوں میں ہیں اور نافرمان گناہ شعار دوزخ میں۔

سلیمان: اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بڑی ہے وہ بدکاروں پر بھی حاوی ہے۔

ابوحازم: "اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ" یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک عمل کرنے والوں سے قریب ہے۔

سلیمان: ابوحازمؒ اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ عزّت والا کون ہے؟

ابوحازم: وہ لوگ جو مروّت اور عقل سلیم رکھنے والے ہیں۔

سلیمان نے پُوچھا کہ کونسا عمل افضل ہے۔

ابوحازم: فرائض وواجبات کی ادائیگی حرام چیزوں سے بچنے کے ساتھ،

سلیمان: کون سی دُعا قابلِ قبول ہے؟

ابوحازم: جس شخص پر احسان کیا گیا ہو اس کی دُعا اپنے محسن کے لیے اَقْرَبُ اِلَی الْقبولْ ہے۔

سلیمان: صدقہ کونسا افضل ہے؟

ابوحازم: مصیبت زدہ سائل کے لیے باوجود اپنے افلاس کے جو کچھ ہو سکے، اس طرح خرچ کرنا کہ نہ اس سے پہلے احسان جتائے اور نہ ٹال مٹول کر کے ایذار پہنچائے۔

سلیمان: کلام کونسا افضل ہے

ابوحازم: جس شخص سے تم کو خوف ہو یا جس سے تمہاری کوئی ضرورت اور اُمّید وابستہ ہو اس کے سامنے بغیر کسی رو رعایت کے حق بات کہہ دینا۔

سلیمان: کونسا مُسلمان سب سے زیادہ عقل مند اور ہشیار ہے؟

ابوحازم: وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تحت کام کیا ہو اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دی ہو۔

سلیمان: مسلمانوں میں کون شخص بیوقوف اور احمق ہے؟

ابوحازم: وہ آدمی جو اپنے کسی بھائی کی اس کے ظلم میں امداد کرے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اس نے دوسرے کی دُنیا درست کرنے کے لیے اپنا دین بیچ دیا

سلیمان: آپ نے صحیح فرمایا، ہمارے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ابوحازم: مجھے اس سوال سے معاف رکھیں تو بہتر ہے۔

سلیمان: نہیں، آپ ضرور کوئی نصیحت کا کلمہ کہیں۔

ابوحازم: امیر المؤمنین آپ کے آباء و اجداد نے بزورِ شمشیر لوگوں پر تسلّط کیا اور زبردستی اُن کی مرضی کے خلاف اُن پر حکومت قائم کی اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ اس دُنیا سے رُخصت ہوگئے۔ کاش آپ کو معلوم ہوتا کہ اب وہ مرنے کے بعد کیا کہتے ہیں اور اُن کو کیا کہا جاتا ہے؟

حاشیہ نشینوں میں سے ایک شخص نے بادشاہ کے مزاج کے خلاف ابوحازم کی اس صاف گوئی کو شش کرکہ کہا کہ ابوحازم تم نے یہ بہت بُری بات کہی ہے۔ ابوحازم نے فرمایا: تم غلط کہتے ہو بُری بات نہیں کہی بلکہ وہ بات کہی جس کا ہم کو حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عُلماء سے اس کا عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں کو حق بات بتلائیں گے چھپائیں گے نہیں۔

سلیمان: اچھا پھر اَب ہمارے دُرست ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

ابوحازم: تکبّر چھوڑو، مروّت اختیار کرو اور حقوق والوں کو اُن کے حقوق انصاف کے ساتھ تقسیم کرو۔

سلیمان: کیا یہ ہوسکتا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں؟

ابوحازم: خدا کی پناہ

سلیمان: یہ کیوں؟

ابوحازم: اس لیے کہ مجھے خطرہ ہے کہ مَیں تمہارے مال و دولت اور عزّت و جاہ کی طرف کچھ مائل ہوجاؤں جس کے نتیجہ میں مجھے عذاب بھگتنا پڑے۔

سلیمان: اچھا آپ کی کوئی حاجت وضرورت ہو تو بتلائیے ہم اس کو پُورا کریں۔

ابوحازم: ہاں ایک حاجت ہے کہ جہنّم سے نجات دلا دو اور جنّت میں داخل کر دو۔

سلیمان: یہ تو میرے اختیار میں نہیں۔

ابوحازم: پھر مجھے آپ سے اور کوئی حاجت مطلوب نہیں۔

سلیمان: اچھا آپ میرے لیے دُعا کیجیے۔

ابوحازم: یا اللہ اگر سلیمان آپ کا پسندیدہ بندہ ہے تو اس کے لیے دُنیا وآخرت کی بہتری کو آسان بنا دے اور اگر وہ آپ کا دُشمن ہے تو اس کے بال پکڑ کر اپنی مرضی اور پسندیدہ کاموں کی طرف لے آ۔

سلیمان: آپ نے بس کر دیا، (کچھ مزید فرمائیے؟)

ابوحازم: مَیں نے اختصار کے ساتھ اکثر باتیں کہہ دی ہیں اگر آپ اِن کے اہل ہیں تو فبِہا ورنہ مجھے ایسی کمان سے تیر چلانے کا کوئی فائدہ نہیں جس کی تانت نہ ہو۔

سلیمان: مجھے کوئی وصیّت فرمائیں۔

ابوحازم: مختصر یہ ہے کہ اپنے رب کی عظمت وجلال اس درجہ میں رکھو کہ وہ تمہیں اس مقام پر نہ دیکھے جس سے منع کیا ہے اور اس مقام سے غیر حاضر نہ پائے جس کی طرف آنے کا حکم دیا ہے۔

ابوحازم جب واپس تشریف لے گئے تو سلیمان نے سو اشرفیاں ہدیہ کے طور پر آپ کی خدمت میں بھیجیں اور لکھا کہ یہ آپ اپنے کاموں میں صرف کیجیے، مزید بھی میں پیش کروں گا۔ ابوحازم نے ایک خط کے ساتھ اُن کو واپس کر دیا۔ اُس خط کے آخر میں لکھا تھا کہ " اگر یہ سو اشرفیاں

میرے کلمات کا معاوضہ ہیں تو میرے نزدیک مردار، خون اور خنزیر کا گوشت اضطراری حالت میں اس سے بہتر ہیں اور اگر اس لیے بھیجی ہیں کہ بیت المال میں میرا حق ہے تو مجھ جیسے ہزاروں علماء اور دین کی خدمت کرنے والے ہیں اگر سب کو آپ نے اتنا ہی دیا ہے تو میں بھی لے سکتا ہوں ورنہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔"[1]

حضرت ابو حازم کا اصل نام سلمہ ہے والد کا نام دینار ہے، آپ جلیل القدر تابعی بہت بڑے محدث فقیہ، واعظ، اور عابد و زاہد تھے، محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ کا کہنا ہے کہ " آپ کے زمانہ میں کوئی آپ کا مثل نہ تھا"۔[2] آپ مدینہ طیبہ کے قاضی اور شیخ تھے،

ابن سعد کا بیان ہے کہ " آپ مسجد مدینہ میں فجر اور عصر کے بعد وعظ فرماتے تھے"[3] اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت و دانائی سے بہرہ مند فرمایا تھا اس لیے آپ نہایت ہی حکیمانہ کلام فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ: تم اس وقت تک عالم نہیں بن سکتے جب تک تم میں تین باتیں نہ پائی جائیں۔(۱) اپنے سے زیادہ درجہ رکھنے والے کی جستجو میں نہ رہو (۲) اپنے سے کم درجے والے کی تحقیر نہ کرو (۳) اپنے علم سے دُنیا حاصل نہ کرو۔[4]

فرمایا: اپنی نیکیاں ایسے چھپاؤ جیسے اپنی بُرائیاں چھپاتے ہو۔[5]

فرمایا: ایسی تمام چیزیں جن کی وجہ سے تمہیں موت کا آنا گراں گزرتا ہو وہ چھوڑ دو پھر جس وقت بھی موت آجائے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔[6]

فرمایا: جو بندہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان فرائض و تعلقات کو اچھا اور دُرست رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے اور دوسرے بندوں کے تعلقات کو دُرست رکھتا ہے اور جو بندہ اپنے اور اپنے رب کے فرائض میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے اور دوسرے بندوں کے درمیان فرائض میں کوتاہی پیدا فرما دیتا ہے۔ ایک شخص سے تعلقات خوشگوار رکھنا بہت سے لوگوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھنے سے زیادہ آسان ہے۔[7] (یعنی اگر ایک خدا سے تعلقات خوشگوار ہوں گے تو ساری دُنیا سے تعلقات خوشگوار ہو جائیں گے) راجح قول کے مطابق ۱۴۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

---

[1] سنن الدارمی ج: ۱، ص: ۱۶۳ [2] سیر اعلام النبلاءؒ ج: ۶، ص: ۹۷ [3] ایضاً ص۱۰۱
[4] ایضاً ص۹۸ [5] ایضاً ص۱۰۰ [6] ایضاً ص۹۸ [7] ایضاً ص۱۰۰

ستمبر کے شمارہ میں آپ نے "افغان جنگ میں کم عمر طلباء کی شرکت اور اقوام متحدہ کی تشویش" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسف نے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا ہے کہ افغان جنگ کے لیے مدرسوں سے ۱۳ تا ۲۰ سال کی عمر کے طلباء بھرتی کیے جارہے ہیں مجھے یونیسف کی اس تشویش پر حیرت ہوئی ہے اس لیے نہیں کہ ہمارے ہاں ۱۳ تا ۲۰ سال کی عمر کے لڑکے بالغ شمار ہوتے ہیں بلکہ اس لیے کہ تشویش کا اظہار وہ لوگ کر رہے ہیں جن کے ہاں دس سال کی بچیاں مائیں بن جاتی ہیں۔ بندوق چلانا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا تکلیف دہ کم سن ماں کا بچے کو جنم دینا ہوتا ہے برطانیہ کے بارے میں مختلف رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ وہاں ۹۰ فیصد لڑکیاں شادی سے پہلے ہی مائیں بن جاتی ہیں۔ جنگ لاہور ۱۹ دسمبر ۱۹۹۳ء کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ۲۵ لاکھ نابالغ بچے جسم فروشی کرتے ہیں، روزنامہ خبریں ۱۳ مارچ ۱۹۹۴ء کی خبر کے مطابق امریکہ میں سکولوں کی چھ لاکھ سے زائد طالبات جسم فروشی کا دھندہ کرتی ہیں اور اسی خبر کے مطابق ۱۴ سال کی ایک طالبہ کو ایک رات میں ۲۰ مہمان بھگتانے پڑے اس خبر میں مزید بتایا گیا ہے کہ لاس اینجلس اور لاس وگیاس میں بارہ بارہ سال کی معصوم بچیاں طوائفیں بنادی گئی ہیں۔ روزنامہ خبریں ۱۰ اپریل ۱۹۹۳ء کی خبر کے مطابق ۱۹۹۲ء میں امریکہ میں ۳۰ لاکھ بچے جنسی تشدد کا شکار ہوئے جن میں ۲۶۱۱ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ تکبیر، ستمبر ۱۹۸۴ء کے شمارہ میں شائع ہونے والی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ میں ۱۴ سال سے کم عمر ۲۸ فیصد لڑکیاں جنسی درندگی کا شکار ہوتی ہیں جبکہ ۱۸ سال سے کم عمر ۳۸ فیصد کو ہوس کا شکار بنایا جاتا ہے۔ برطانوی اخبار انڈی پینڈنٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق چلڈرن ہومز میں جنسی تشدد کا نشانہ بننے والے اکثر بچوں کی عمر دس سال سے کم تھی ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۹ء میں امریکہ میں ۲۰ فیصد بچے گھریلو تشدد سے ہلاک ہوتے خود پاکستان میں ہر سال سینکڑوں نوعمر لڑکیاں جاگیرداروں، وڈیروں اور بدمعاشوں کی ہوس کا نشانہ بنتی ہیں مگر اقوامِ متحدہ کو اسکا کوئی خیال نہیں آتا۔ ہزاروں اغواء شدہ بچے خرکار کیمپوں میں مر رہے ہیں اور ہزاروں اُونٹ دوڑ کے لیے اغوا کیے جاتے ہیں، اقوام متحدہ نے آج تک ان مظلوم بچوں کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہا مگر جہاد میں شریک جوان بچوں سے اسے بڑی ہمدردی ہوگئی ہے اصل مسئلہ یہ ہے کہ مغرب والوں کو بچوں سے ہمدردی نہیں بلکہ جہاد سے خوف ہے ورنہ طالبان پر اعتراض کرنے والے سوڈان کے جانی گرینگ پر بھی اعتراض کرتے۔ محمد نصیر (شکر گڑھ)

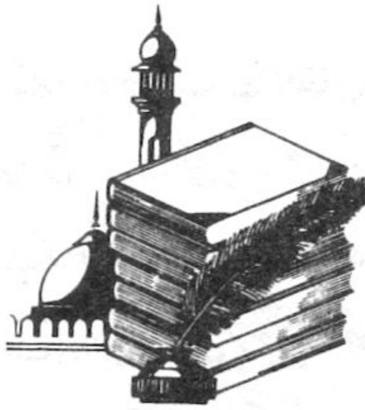

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عادلانہ دفاع

تصنیف : عربی تصنیف حضرت علامہ زاہد الکوثری رح ترجمہ و ترتیب مولانا عبدالقدوس قارن

صفحات : ۴۳۲

سائز : ۲۰x۲۶/۸

ناشر : عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قیمت : ۱۴۰/-

قدرت کا شروع سے نظام چلا آرہا ہے کہ جو شخصیت جس قدر ممتاز و منفرد اور باکمال ہوتی ہے اسی قدر اس کے مخالفین وحاسدین بھی پیدا ہو جاتے ہیں جو بلاوجہ و بلا جواز اس کے خلاف برسرِ پیکار رہتے ہیں۔

تاریخ کا قاری اگر تاریخ کو کھنگالے گا تو اُسے ہر دَور میں ایسی شخصیات ملیں گی جو اپنے علم و فضل اور مرتبہ و کمال کے سبب محسودِ اقران نظر آئیں گی، اُنہی شخصیات میں سے ایک شخصیت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بھی ہے، قدرت نے جو ذہانت و فطانت جوہر شناسی اور ملکۂ استنباط و استخراجِ احکام آپ کو عطا فرمایا تھا جس کے سبب آپ اپنے اقران پر فوقیت حاصل کر گئے تھے اِس نے آپ کو اس منزل پر لا کھڑا کیا تھا کہ کچھ لوگ آپ سے حسد کرنے لگے تھے اور ان حاسدین کے حسد کی آگ نے بہت سی سلجھی ہوئی بے داغ شخصیات کو بھی اپنے پروپیگنڈہ سے متأثر کر لیا تھا۔ بعد میں جب ان شخصیات کو حضرت امام صاحب رح کے وفورِ علمی دیانت و تقوی اور خوف و خشیتِ الٰہی کا علم

ہوتا تھا تو وہ اپنے موقف سے رجوع کرتے اور استغفار کرتے تھے۔

بعض مؤرخین نے تاریخ نویسی کے دوران حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے حالات لکھتے وقت ان شخصیات کے اُن سابقہ اقوال کو جو حضرت امام صاحبؒ کے خلاف غلط پروپیگنڈہ سے متأثر ہوکر اُنھوں نے کہے تھے بلا تحقیق اپنی تاریخ میں درج کر دیا۔ نیز ایسے اقوال بھی اِن بزرگوں کی طرف منسوب کرکے درج کر دیے جو اِن بزرگوں نے ہرگز نہیں کہے تھے بلکہ کذّابین و وَضّاعین نے خود گھڑ لیے تھے۔ ایسے مؤرخین میں خطیب بغدادی بھی شامل نظر آتے ہیں موصوف اگرچہ بڑے درجے کے محدث و مؤرخ ہیں تاہم انسان ہونے کے ناطے خطا و نسیان سے مبرّا نہیں ہیں آپ نے اپنی تاریخ میں بہت سی ایسی باتیں درج فرما دی ہیں جو آپ کی شخصیت کے شایانِ شان نہیں۔ آپ نے تاریخ لکھتے وقت حضرت امام اعظمؒ کا طویل ترین تذکرہ بھی تحریر فرمایا ہے جس کے شروع میں چند صفحات کے اندر حضرت امام صاحبؒ کے فضائل و مناقب ذکر کیے اور اس کے فوراً بعد اِن صفحات سے دوگنے صفحات میں بلا تحقیق و تفتیش آپ کے معائب و مثالب کو تفصیل سے ذکر کیا۔ موصوف کے اس انداز پر بعد کے مؤرخین بھی حیرت و استعجاب کیے بغیر نہ رہ سکے اور اُنھوں نے لکھا کہ خطیب اگر یہ انداز نہ اپناتے تو اُن کے لیے بہتر تھا۔ بعض مفکرین کے خیال میں یُوں لگتا ہے کہ خطیب کی تاریخ میں تصرف کیا گیا ہے اور مخالفین و حاسدین نے حضرت امام صاحبؒ کے معائب و مثالب پر مشتمل حصّہ خود گھڑ کر خطیب کی تاریخ میں لاحق کر دیا ہے، یہ بات قرینِ قیاس بھی نظر آتی ہے کیونکہ جو شخص کسی کے انتہائی فضائل و مناقب لکھ رہا ہو۔ عقل باور نہیں کرتی کہ وہ ایک دم اُس سے دوگنے چوگنے معائب و مطاعن بھی ذکر کر دے گا اور عقل و دانش کے معیار پر پرکھنے کی کوشش بھی نہیں کرے گا۔ ان مفکرین کی بات کہاں تک صحیح ہے یہ تو اللہ ہی بہتر جانتے ہیں تاہم حضرت امام صاحبؒ کے یہ مطاعن و مثالب خطیب کی تاریخ کا جُز بن چکے ہیں اور مخالفین و معاندین حضرت امام صاحب کے خلاف اِن مطاعن کو صحیفۂ آسمانی سمجھ کر سادہ لوح عوام کے سامنے پیش کر کے اُن کے ایمان و اعتقاد کو خراب کرتے اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی مرحوم کے ذکر کردہ مطاعن و معائب کا ہر دَور میں جواب لکھا جاتا رہا ہے ماضی قریب میں سب سے مضبوط اور مربوط جواب شیخ الاسلام علّامہ زاہد الکوثریؒ نے "تانیبُ الخطیب علی ماساقہ

فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب" لکھا تھا جس میں آپ نے نہایت حزم و احتیاط اور متانت و سنجیدگی کے ساتھ خطیب کے ذکر کردہ تمام مطاعن کا جواب دیا تھا، چونکہ کتاب عربی میں ہے اس لیے علماء تو اس سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ عوام عربی سے نابلد ہونے کی بناء پر محروم رہے آج کل چونکہ حاسدین امام اعظمؒ خطیب کے اِن مطاعن ومعائب کو حقیقت حال سے بے خبر عوام کے سامنے بیان کرنا کارِ خیر سمجھ رہے ہیں جن سے بیچارے سادہ لوح عوام غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں اس لیے شدّت سے اس امر کی ضرورت تھی کہ علّامہ کوثری مرحوم کی اس کتاب کا اُردو میں ترجمہ کیا جائے تاکہ علماء کے ساتھ ساتھ عوام بھی اس سے استفادہ کرسکیں، اللہ تعالیٰ مولانا قارن صاحب کو جزاء خیر دے کہ اُنھوں نے اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر کتاب کا ترجمہ کیا اور اُسے سلیقہ کے ساتھ کتابت وطباعت کے مراحل سے گزار کر عوام کے سامنے پیش کر دیا، ہمارے خیال میں یہ کتاب احناف کی تمام لائبریریوں میں ہونی ضروری ہے تاکہ کسی بھی وقت ضرورت پڑنے پر فریقِ مخالف کے سامنے پیش کر کے اس کی تلبیسات کا پردہ چاک کیا جاسکے اور عوام کو گمراہ ہونے سے بچایا جاسکے

○

نام کتاب : علوم الانبیاء اور تسخیرِ کائنات

تصنیف : مولانا نور محمدؒ صاحب

صفحات : ۳۷۶

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : دارالعلوم مرکزی جامع مسجد وانا جنوبی وزیرستان

قیمت : -/۱۳۰

زیرِ تبصرہ کتاب، حضرت مولانا نور محمد صاحب مہتمم دالعلوم وزیرستان وانا کی تصنیف ہے اس تصنیف میں آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ

"تمام انسانوں کے لیے دونوں جہانوں میں ذلت وخواری سے نجات کا واحد ذریعہ "علوم الانبیاء" کو کامل طور پر اپنانا ہے جو انسانیت کی راہنمائی کے لیے اجمالی طور پر آج بھی قرآن کریم میں محفوظ ہیں"۔ [1]

---

[1] صـ۱۴

موصوف نے پیشِ نظر کتاب میں انہی علوم الانبیاء کی تشریح فرمائی ہے اور مسلمانوں کو ذلت و پستی کے اسباب بتلا کر دعوت دی ہے کہ وہ قرآنِ پاک میں محفوظ علوم الانبیاء کو اپنا کر ذلت و خواری سے نکلیں اور زمانۂ سابق کی طرح اُمت کی امامت کا شرف و مرتبہ حاصل کریں۔ کتاب سادہ زبان اور دلچسپ انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ کتابت و طباعت بھی مناسب ہے۔

○

نام کتاب : مشترکہ خاندانی نظام اور شرعی حجاب
تصنیف : مولانا نور محمدؐ صاحب
صفحات : ۱۱۴
ناشر : دارالعلوم مرکزی جامع مسجد وانا جنوبی وزیرستان
قیمت : درج نہیں۔

مستورات کے لیے شرعی پردہ کی اہمیت اور ضرورت سے کوئی ذی ہوش اور عقل سلیم رکھنے والا انسان انکار نہیں کرسکتا۔ موجودہ دَور میں جن مقامات پر مشترکہ خاندانی نظام ہو کہ ایک ہی مقام پر مختلف عزیز و اقربا اکٹھے رہتے ہوں وہاں مستورات کے لیے پردہ کی صورت کیا ہوگی ؟ زیرِ نظر کتاب میں اسی چیز کو واضح کیا گیا ہے اور ساتھ ہی مشترکہ خاندانی نظام کے فوائد و برکات کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جو لوگ جائنڈ فیملی سسٹم میں وقت گزار رہے ہیں ان کے لیے یہ کتاب راہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

○

نام کتاب : قرآن کریم اور علم النفس
تصنیف : محمدؐ عثمان نجاتی
صفحات : ۴۶۱
سائز : ۲۳x۳۶/۱۶
ناشر : طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
قیمت :

زیرِ تبصرہ کتاب "قرآن کریم اور علم النفس" میں تعلیماتِ قرآنی کی روشنی میں انسانی نفسیات کا

جائزہ لیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ قرآن کریم کتابِ ہدایت ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی نفسیات کی عکاس بھی ہے مصنّف نے کتاب کو ایک مقدمہ اور دس فصلوں پر منقسم کیا ہے۔ کتاب کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اصل کتاب عربی میں ہے جس کے مصنّف محمد عثمان نجاتی ہیں اس کا ترجمہ محمد فہیم اختر ندوی صاحب نے کیا ہے، لیکن کتاب کے شروع میں خلافِ دستور نہ تو مصنّف کا تعارف دیا گیا ہے جس سے پتہ چلے کہ وہ کون ہیں کس عقیدہ کے حامل ہیں اور نہ ہی کتاب کے مقاصد کو ذکر کیا گیا ہے جس کی روشنی میں قاری اسے پڑھ سکے۔ یہ کتاب پہلے ہندوستان میں چھپی تھی اسی کا عکس لے کر طیّب اکیڈمی ملتان کی طرف سے اسے شائع کیا گیا ہے۔ معلوم نہیں اصل کتاب ہی مصنّف کے تذکرے سے خالی ہے یا یہاں تصرف کیا گیا ہے بہرطور کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے عمدہ ہے۔

○

نام کتاب : البشیر والنذیر۔ ترجمہ وتشریح الترغیب والترہیب

تصنیف : حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری رح

ترجمہ : مولانا محمد عثمان صاحب

صفحات : ٦٤٠

سائز : ٨/٣٦×٢٣

ناشر : زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

قیمت : ٢٠٠/

علّامہ منذری رحمہ اللہ (م : ٦٥٦ھ) نے ترغیب و ترہیب سے متعلق احادیث مبارکہ پر مشتمل ایک ضخیم کتاب "الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف" کے نام سے چار جلدوں میں تحریر فرمائی تھی جسے قدرت نے شرفِ قبول بخشا اور یہ اہلِ علم کے طبقہ میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ بہت سے علماء نے اس کے شروح وحواشی اور تلخیصات لکھیں، ندوۃ المصنّفین دہلی کی طرف سے ندوہ کے رفیق مولانا محمد عبداللہ صاحب نے اس کا ترجمہ وتشریح لکھی تھی جس کی چار جلدیں طبع ہوسکیں۔ حال میں اس کا دوسرا ترجمہ شائع ہوا ہے جو مولانا محمد عثمان صاحب مقیم مدینہ منورہ نے کیا ہے اس ترجمہ کی تیسری جلد اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے اس جلد میں روزہ، عیدین و قربانی، حج، جہاد، قرآنِ پاک کی تلاوت،

اذکار وادعیہ پر مشتمل احادیث کا ترجمہ ہے۔

مترجم نے ترجمہ سلیس و شستہ انداز میں کیا ہے کہیں کہیں ترجمہ کے بعد فائدہ کے عنوان سے مختصر انداز میں حدیث سے متعلق احکام کی تشریح کی ہے۔کتاب کی کتابت وطباعت عمدہ ہے اور خوبصورت لیمینیشن جلد ہے۔قارئین اس کے مطالعہ سے اپنے ایمان کو جلا بخشیں۔

○

نام کتاب : قرار دل
مجموعۂ کلام : حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب
ترتیب : مولانا عبد الباری صاحب
صفحات : ۲۴۸
سائز : ۲۰×۳۰/۸
ناشر : زمزم پبلشرز مقدس مسجد اُردو بازار کراچی
قیمت : ۲۲۰/

پیشِ نظر کتاب "قرار دل" میں مولانا عبد الباری صاحب نے اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی ضیاء الحق صاحب دام مجدہم کے کلام کو جمع کیا ہے اس مجموعۂ کلام میں حمد باری بھی ہے اور نعت رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی ہے، غزلیں بھی ہیں اور نظمیں بھی ہیں۔ بہت سے بزرگوں کی وفات پر کہے گئے مرثیے بھی ہیں۔ مفتی صاحب کا کلام عربی اور اُردو دونوں زبانوں میں ہے، شعر و سخن سے تعلّق رکھنے والے حضرات کے لیے مفتی صاحب کا یہ کلام "قرارِ دل" کی حیثیّت رکھتا ہے۔ شائقین اُٹھیں اور "قرارِ دل" حاصل کریں۔

○

نام کتاب : الفقہ المیسر (عربی)
تصنیف : شفیق الرحمٰن ندوی
صفحات : ۲۴۸
سائز : ۲۰×۳۰/۸

ناشر : زمزم پبلشرز مقدس مسجد کراچی

قیمت : ۱۵۰/-

پیشِ نظر کتاب (الفقہ المیسر) دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لائق استاذ مولانا شفیق الرحمٰن ندوی نے عربی زبان میں مسائل فقہیہ سے متعلّق انتہائی آسان انداز میں تحریر کی ہے جس میں نماز، روزہ زکوٰۃ، حج اور قربانی کے مسائل کو عام فہم انداز میں بیان کیا ہے۔ مصنّف کے پیشِ نظر یہ ہے کہ دینی مدارس میں پڑھنے والے ابتدائی درجے کے طلباء کے سامنے فقہی مسائل سے متعلّق کوئی ایسی کتاب ہونی چاہیے جو آسان سے آسان انداز میں لکھی گئی ہو جسے ابتدائی درجے کے طلبہ سہولت کے ساتھ سمجھ سکیں اسی جذبہ سے مصنّف نے یہ کتاب تحریر کی ہے، راقم الحروف کے خیال میں یہ کتاب مصنّف کے جذبہ کی صحیح عکاسی کرتی ہے۔

کتابت و طباعت انتہائی عمدہ ہیں۔ ڈائی دار جلد ہے۔

ن ــــ د

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

NBB

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جِلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قِسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجُوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور۔ فون 7322408